نمبر ۱۲۰ | مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۳۱ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح علیہ السلام

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے آج (۱۴ اپریل) آنے کی توقع تھی۔ حضور رات کو گیارہ بجے کے قریب تشریف لے آئے۔

۱۵ اپریل سے مدرسہ احمدیہ کی نئے سال کی پڑھائی شروع ہوگئی ہے جو احباب اپنے بچوں کو اس میں داخل کرانا چاہیں۔ فوراً بھیجیں لڑکے کا پرائمری پاس ہونا ضروری ہے۔

۱۴ اپریل منشی محمد دین صاحب کلرک مقبرہ بہشتی نے اپنے لڑکے مبارک احمد کے ولیمہ کی تقریب پر دعوت دی۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ضلع لدھیانہ سے نظارت دعوت و تبلیغ کی ہدایت کے ماتحت واپس آ گئے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو زندہ کیا

سب عزتوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے۔ جس کا کل اسلامی دنیا پر اثر ہے۔ آپ ہی کی غیرت نے مردہ دنیا کو زندہ کیا۔ عرب جن میں زنا۔ شراب۔ اور جنگ جوئی کے سوا کچھ رہا ہی نہ تھا۔ اور حقوق العباد کا خون ہو چکا تھا۔ ہمدردی اور خیر خواہی نوع انسان کا نام و نشان تک مٹ چکا تھا۔ اور نہ صرف حقوق العباد ہی تباہ ہو چکے تھے۔ بلکہ حقوق اللہ پر اس سے بھی زیادہ تاریکی چھا گئی تھی۔ اللہ تعالےٰ کی صفات پتھروں۔ بوٹیوں اور ستاروں کو دی گئی تھی۔ قسم قسم کا شرک پھیلا ہوا تھا۔ عاجز انسان اور انسان کی شرمگاہوں تک کی پوجا دنیا میں ہو رہی تھی۔ ایسی حالت مکروہ کا نقشہ اگر ذرا دیر کے لئے بھی ایک سلیم الفطرت انسان کے سامنے آ جاوے تو وہ ایک خطرناک **ظلمت** اور **ظلم و جور** کے بھیانک اور خوفناک نظارہ کو دیکھیگا۔ فالج ایک طرف گرتا ہے۔ مگر یہ فالج ایسا فالج تھا۔ کہ دونوں طرف گرا تھا۔ فساد کامل دنیا میں برپا ہو چکا تھا۔ نہ بحر میں امن و سلامتی تھی۔ اور نہ بر پر سکون و راحت اب اس تاریکی اور ہلاکت کے زمانہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ آپ نے آکر کیسے کامل طور پر اس میزان کے دونوں پہلو درست فرمائے۔ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اپنے اصلی مرکز پر قائم کر دکھایا

امریکہ میں تبلیغ اسلام

مناظرہ

عرصہ زیر رپورٹ میں Science Lititute Institute میں ایک اور مناظرہ ہوا۔ میرے مقابل پر ایک بہت بڑا پادری تھا۔ مضمون مناظرہ Christianity Vs Islam as World Religions تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی تائید سے فتح مبین عطا فرمائی۔ بعد مناظرہ کثرت سے لوگوں نے رائے ظاہر کی۔ کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس کا اثر بھی بفضل خدا لوگوں پر بہت اچھا ہوا۔ میرے ساتھ ایک بنگالی نوجوان تھے جنہوں نے حال ہی میں University of michigan سے اعلیٰ ڈگری حاصل کی ہے۔ ان پر مناظرہ کا بہت اچھا اثر ہوا۔ جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کو بہت سراہ رہیں کہنے لگے "آج اگر دنیا میں احمدیت قائم نہ ہوتی تو اسلام کا نام و نشان نہ رہتا" ڈیڑھ سال سے زیر تبلیغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو ہدایت دے۔ آمین۔

مسلم سن رائز کا دوسرا نمبر

رسالہ مسلم سن رائز کا دوسرا نمبر شائع ہو گیا ہے۔ اس میں آٹھ صفحہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور بفضل خدا ہر لحاظ سے ترقی ہوئی ہے۔ نہایت ہی قلیل عرصہ میں رسالہ کے ذریعہ نہ صرف امریکہ کے طول و عرض میں تبلیغ ہو رہی ہے۔ بلکہ دوسرے ممالک میں بھی مختلف یونیورسٹیوں میں رسالہ کی بہت مانگ ہے Syrian World نامی ایک رسالہ میں جو New York سے شائع ہوتا ہے مسلم سن رائز کے متعلق ایک طویل نوٹ شائع ہوا ہے۔ ایران کے ایک روزانہ اخبار میں بھی نہایت اچھے الفاظ میں اسکا ذکر کیا گیا ہے۔

اس دفعہ مسلم سن رائز کے پرچے تمام بڑے بڑے شہروں کی پبلک لائبریریوں میں بھیجے جا رہے ہیں۔ اور اس طرح بیشمار لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا رہا ہے۔

احباب سے گذارش

میں اس خصوص میں احباب کرام کی خدمت میں باادب ملتمس ہوں۔ کہ یہ ایک نہایت مفید و بابرکت کام ہے۔ جس کے لئے بہت سے اخراجات کی ضرورت ہے۔ آپ اس رسالہ کی اشاعت کی توسیع کی کوشش فرما کر اسے مستقل طور پر کامیاب بنانے میں میرے ساتھ تعاون کریں اور ثواب عظیم حاصل کریں۔ میں ہمیشہ مسلم سن رائز کے ان کی تنگی میں مدد کرنے والوں کے حق میں خاص طور پر دعا کیا کرتا ہوں۔

اعلیٰ طبقہ میں احمدیت کا چرچا

اس ملک کے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں سلسلہ احمدیہ کا خوب چرچا ہو رہا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ایام University of Yale ملک میں سب سے اہم یونیورسٹی ہے کے ایک پروفیسر صاحب نے مسلم سن رائز کی خریداری کی درخواست بھیجتے ہوئے لکھا ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق بہت گہرا مطالعہ کر رہا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے کتب بھی منگوائی ہیں۔ اور ہمارے سلسلہ کے متعلق ایک تصنیف کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چند دن ہوئے North Western University کے Prof: of Comparative Religions میرے پاس آئے۔ اور وفات مسیح کے متعلق دریافت کرتے رہے۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے متعلق بہت سے سوالات پوچھے یہ بھی کہا۔ بعد تحقیق کوئی تصنیف اس مسئلہ پر کریں گے۔

الغرض باوجود سخت مشکلات کے تبلیغ اسلام نہایت عمدگی سے ہو رہی ہے۔

نو مسلمین

عرصہ زیر رپورٹ میں بیس اصحاب اسلام و احمدیت میں داخل ہوئے۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔

درخواست دعا

میں بزرگان و برادران سلسلہ کی خدمت میں نہایت عاجزی سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ اپنے خاص اوقات میں درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ معاف کر کے اپنی رضا کی زندگی عطا کرے اور اپنی تائید و نصرت سے خدمت اسلام کے بیش از بیش مواقع عطا کرے۔ آمین

خاکسار مطیع الرحمٰن ایم۔ اے بنگالی عفی عنہ

اعلان

بتاریخ ۲ جولائی ۱۹۳۰ء میں کارخانہ قاعدہ یسرنا القرآن خاص حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مصلح موعود جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ذات کو ہبہ کر چکا ہوں۔ لہذا اس کارخانہ کے مالک حضرت

خلیفۃ المسیح ثانی مصلح موعود ہیں

میری یہ تحریر بطور وصیت نہیں۔ بلکہ اپنی زندگی میں بطور اعلان ہبہ ہے۔ اس لئے میرے بعد میرے کسی رشتہ دار کو اس کارخانہ میں بطور ترکہ حصہ لینے کا حق نہیں ہے

خاکسار

پیر منظور محمد مصنف قاعدہ یسرنا القرآن موجد طرز کتابت قاعدہ یسرنا القرآن بقلم خود ۲۹ مارچ ۱۹۳۱ء

تبلیغی رپورٹیں

مظفرگڑھ میں لیکچر

سکرٹری تبلیغ مظفرگڑھ اطلاع دیتے ہیں:۔

چند دن ہوئے حضرت مفتی محمد صادق صاحب جب علاج کے لئے یہاں تشریف لائے۔ تو ان کے لیکچر کا انتظام کیا گیا۔ اور میموریل ہال میں انہوں نے انگریزی زبان میں تقریر کی جس میں ان تبلیغی کارناموں کا ذکر فرمایا۔ جو انہوں نے امریکہ میں سرانجام دیئے تھے۔ مقامی لحاظ سے انگریزی دان پبلک کثرت سے آئی جس میں ہر طبقہ اور ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے لیکچر نہایت توجہ اور دلچسپی سے سنا گیا۔ رائے صاحب پیارے لال بی اے۔ ایل ایل بی آنریری مجسٹریٹ درجہ اول نے جلسہ کی صدارت کی۔ جن کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

مباحثہ

جناب محمد علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ گھسیٹیاں تحصیل پسرور اطلاع دیتے ہیں

مورخہ ۲۹ مارچ موضع کوٹلی تارڑ میں حیات مسیح اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر مباحثات ہوئے۔ غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب مناظر تھے اور ہماری طرف سے سید نذیر حسین صاحب آنریری مبلغ اثبات حیات مسیح کے لئے مخالف مولوی کوئی دلیل پیش نہ کر سکا۔ مگر سید صاحب موصوف نے متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے حضرت مسیح کی وفات ثابت کی۔ دوسرے مباحثہ میں بھی ہماری طرف سے صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر بہت سے دلائل پیش کئے گئے۔ مگر مخالف مولوی نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ اس نے اپنا وقت بد تہذیبی اور ناشائستگی میں ضائع کر دیا۔

انبالہ میں لیکچر

شیخ محمد عنایت اللہ صاحب آنرری انبالہ سے اطلاع دیتے ہیں:۔

مورخہ ۳۱ مارچ مولانا غلام رسول صاحب راجیکی دہلی سے واپسی پر انبالہ شہر میں تشریف لائے اسی شب ۹ بجے نماز عشاء کے بعد آپ نے لیکچر دیا۔ سامعین کافی تعداد میں جمع ہو گئے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک پرمغز تقریر فرمائی۔ خدا کے فضل سے ہر طبقہ پر لیکچر کا بہت اچھا اثر ہوا۔

جماعت احمدیہ شملہ کا ہفتہ واری جلسہ

سکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ شملہ اطلاع دیتے ہیں:۔

۱۱ اپریل انجمن احمدیہ شملہ کا جلسہ ہوا جس میں امیر صاحب جماعت نے سورۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۲۰ | قادیان دارالامان - مورخہ ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

پنجاب کی زراعت پیشہ اقوام کی زندگی اور موت کا سوال

سود خوار ہندوؤں کی ایک خطرناک سازش

زمیندار اپنی حفاظت کیلئے بیدار ہوں!

مسلمانان پنجاب کا گزارہ زیادہ تر زراعت اور کاشتکاری پر ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اہل پنجاب خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں زیادہ تر زمیندارہ کام کرتے ہیں۔ لیکن یہاں کے سود خوار بنئے اور مہاجن ایک عرصہ سے اس کوشش میں مصروف ہیں۔ کہ جس طرح ممکن ہو ان لوگوں کی ہستی کو مٹا کر انہیں اپنے اندر جذب کر لیں۔ اور تمام اراضی پر قابض ہو کر ان لوگوں کے گلے میں پوری طرح اپنی غلامی کا طوق ڈال دیں۔ چونکہ کاشتکاری نہایت مشقت طلب اور کم نفع رساں پیشہ تھا۔ آرام طلب اور آسانی پسند سود خوار اقوام زمینداری کے پیشہ سے دور بھاگتی رہیں۔ اور یہ کام انہی لوگوں کے سپرد رہا۔ جو اپنا خون پانی ایک کر کے کسب حلال کی ہمت رکھتے تھے۔ لیکن جوں جوں زمینوں کی آمدنی بڑھتی گئی۔ اور زمینیں ایک قیمتی چیز بنتی گئیں۔ ان کے حاصل کرنے کے لئے بنیوں اور مہاجنوں کی حرص بھی بڑھتی گئی۔ اور انہوں نے سود در سود کے چکر میں جاہل اور ناخواندہ زمینداروں کو پھنسا کر انکی زمینوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہتا۔ تو آج سے بہت عرصہ پہلے پنجاب کی تمام قابل کاشت زمینیں کلیۃً مہاجنوں اور بنیوں کے قبضہ میں آچکی ہوتیں۔ اس بارے میں ان لوگوں کی سرگرمیوں اور کوششوں کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ سنہ ۱۸۶۶ء سے سنہ ۱۸۷۴ء تک یعنی آٹھ سال میں انہوں نے سات لاکھ چوبیس ہزار ایکڑ زمین پر قبضہ کر لیا۔ گویا سالانہ اوسط اٹھاسی ہزار ایکڑ تھی۔ جس میں روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ سنہ ۱۸۷۴ء سے سنہ ۱۸۷۹ء تک یہ ۹۳ ہزار ایکڑ ہو گئی۔ اور اس سے بھی ترقی کر کے سنہ ۱۸۷۹ء سے سنہ ۱۸۹۳ء تک یہ اوسط ایک لاکھ بیس ہزار ایکڑ تک جا پہنچی۔ اور سنہ ۱۸۹۸ء میں یہ اوسط تین لاکھ تیس ہزار ایکڑ سالانہ ہو گئی۔ یہ وہ رقبہ ہے جسے سود خواروں نے کلیۃً اپنے قبضہ میں کر لیا۔ رہن شدہ اراضی کا رقبہ اس میں شامل نہیں۔ جو سنہ ۱۸۹۶ء میں پانچ لاکھ چون ہزار ایکڑ تھا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ہر حالت میں ترقی کرنے والا۔ سودی کاروبار کرنے والے اور نہایت بیرحمی سے دوسروں کا خون چوس چوس کر موٹے ہونیوالے کس سرعت کے ساتھ زمینداروں کی جائدادیں سمیٹتے جا رہے تھے۔ اور اگر انکی اس خوفناک رفتار کے انسداد کی طرف توجہ نہ کی جاتی۔ تو آج یہاں کے زمینداروں خصوصاً مسلمانوں کی جو حالت ہوتی۔ اسکا اندازہ ہر وہ شخص آسانی لگا سکتا ہے جسے کسی ایسے گاؤں کے حالات کا علم ہے۔ جہاں کی زمینداری غیر مسلموں کے قبضہ میں ہے۔ اور مسلمان غیر دخیل کاروں کی حیثیت سے وہاں آباد ہیں۔ ان بیچاروں کو کھانے پینے تک کی آزادی نہیں وہ خدائے واحد کے آگے اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق سر جھکانے کے لئے مسجد بنانے اور اذان دینے کے مجاز نہیں۔ اور ہمارے پاس اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ غیر مسلموں کی اجازت کے بغیر بول و براز کرنے کے بھی مجاز نہیں کیونکہ ایسے دیہات کے جابر و ظالم ہندو اور سکھ ان پر مسلط ہیں۔ اور انکے تسلط کی وجہ محض یہ ہے۔ کہ انکے پاس زمینیں ہیں۔ مختصر طور پر یوں کہنا چاہیئے کہ وہاں کے مسلمان گورنمنٹ انگریزی کی رعایا نہیں۔ بلکہ ہندو اور سکھ مالکان دیہہ کے رحم پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کون مسلمان ہوگا۔ جو ایکٹ انتقال اراضی کے نفاذ کی اہمیت محسوس نہ کرے۔ اگر یہ ایکٹ نافذ نہ کیا جاتا۔ تو آج مسلمانوں کی زندگی موت سے بھی بدتر ہوتی۔ اور مسلمان صوبہ میں اکثریت کے باوجود کلیۃً ہندوؤں کی غلامی میں ہوتے۔

چونکہ اس ایکٹ کے ذریعہ سود خوار بنیوں اور مہاجنوں کے لئے زمینداروں کو قلاش بنا کر اپنے گھر بھرنے میں ایک حد تک روکاوٹ پیدا ہو گئی۔ اس لئے ایک طرف تو انہوں نے اسے منسوخ کرانے کے لئے ہر قسم کی جائز و ناجائز کوشش جاری رکھیں۔ اور دوسری طرف اس میں ایسے سقم پائے گئے۔ جن کی وجہ سے اسکی موجودگی میں بھی وہ غرض باطل ہونے لگی۔ جسے پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ایکٹ نافذ کیا گیا تھا۔ اور زمینداروں کی زمینوں پر غیر کاشتکار ہندو قابض ہونے لگ گئے۔ چنانچہ پنجاب ہائی کورٹ کے ایک فل بنچ نے یہ فیصلہ صادر کر دیا۔ کہ عدالتہائے دیوانی ڈگری کی وصولی کے لئے مرہونہ اراضی کے عارضی انتقال کا حکم دے سکتی ہے۔ خواہ ڈگری دار غیر زراعت پیشہ قوم کا فرد ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اسی ہائی کورٹ کے ایک جج نے یہ فیصلہ دیدیا۔ کہ اگر بیس سال سے زیادہ عرصہ کے لئے ٹھیکہ میں منتقل کر دی جائے۔ تو اس ایکٹ کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

اس قسم کے فیصلوں سے زمیندار طبقہ میں بیحد بے چینی پیدا ہو گئی۔ اور اس خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو ایسے فیصلوں کا لازمی نتیجہ تھا۔ ایک شور برپا ہو گیا۔ گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی اور بار بار دلائی گئی۔ آخر گورنمنٹ نے ضرورت محسوس کی۔ کہ ایکٹ انتقال اراضی سنہ ۱۹۰۰ء میں ترمیم کرے۔ چنانچہ ترمیم کا حسب ذیل مسودہ پنجاب کونسل میں پیش کیا گیا۔

"ایکٹ انتقال اراضی پنجاب سنہ ۱۹۰۰ء کی دفعہ ۱۶ کی تحتی دفعہ (۲) کا نمبر تحتی دفعہ (۳) دفعہ ۱۶ ہوگا۔ اور حسب ذیل تحتی دفعہ دفعہ مذکور کی تحتی دفعہ ۲ کے طور پر ایزاد کی جائیگی۔

کسی ایسے امر کے باوجود جو کسی دیگر نافذ الوقت قانون میں درج ہو کوئی اراضی جو کسی زراعت پیشہ قوم کے کسی فرد کی ملکیت ہو۔ کسی عدالت دیوانی یا مال کی کسی ڈگری یا حکم کی تعمیل میں خواہ وہ ڈگری یا حکم تحتی دفعہ ہذا کے وضع ہونے سے پہلے یا اس کے بعد صادر ہوا ہو۔ بیس سال سے زیادہ عرصہ کے لئے پٹہ اجارہ یا مستاجری پر نہیں دیجائیگی۔ نہ رہن رکھی جائیگی۔ سوائے اس کے کہ ان صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ایسا کیا جائے۔ جن کی دفعہ ۱۶ کی رو سے اجازت ہے۔"

یہ ترمیم گورنمنٹ کی طرف سے رائے عامہ معلوم کرنیکے لئے شائع ہو چکی ہے اس کے بعد منظوری کے لئے پنجاب کونسل میں پیش ہوگی۔ مگر ہمیں معتبر ذرائع سے ہندوؤں کی ایک خوفناک سازش کا پتہ لگا ہے۔ جو لائلپور۔ شاہپور۔ جھنگ وغیرہ اضلاع میں بڑے انتظام کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہندو اور سکھ غیر زراعت پیشہ لوگ ایک درخواست تجویز کر کے اس پر زیادہ تر زراعت پیشہ اقوام کے دستخط کرا رہے ہیں۔ درخواست کا مضمون یہ ہے:۔

"جناب عالی! ہم مندرجہ ذیل نہایت ادب سے استدعا کرتے ہیں کہ مسودہ قانون جس کی رو سے ایکٹ انتقال اراضی موجودہ کی دفعہ ۱۶ کو ترمیم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اور بذریعہ گزٹ سرکاری عوام کی رائے حاصل کرنے کے لئے مشتہر کیا گیا ہے۔ وہ رعایا کے لئے خواہ زراعت پیشہ یا غیر زراعت پیشہ ہوں۔ نہایت ناموزوں اور نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اور ہماری عاجزانہ رائے میں یہ مسودہ پاس نہیں ہونا چاہیئے۔ یا تو اسے واپس لیا جائے۔ یا مسترد کر دیا جائے۔"

اس مضمون پر دیگر زراعت پیشہ اقوام کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً

طرح طرح کے لالچ اور دھمکیاں دیکر دستخط کرائے جا رہے ہیں۔ اور چونکہ زمیندار طبقہ عموماً بے علم اور سود خواروں کا مقروض ہے۔ اس لئے اسے جو کچھ کہا جا رہا ہے۔ اسے ماننے پر مجبور ہو رہا ہے۔ یہ ایسی خطرناک سازش ہے کہ اگر مسلمانوں نے اس کے انسداد کیطرف توجہ نہ کی۔ اور حکومت کے ذمہ دار اصحاب نے اس کا خیال نہ رکھا۔ تو خطرہ ہے کہ قانون انتقال اراضی کی وہ ترمیم جس کے لئے زراعت پیشہ لوگ عرصے جد و جہد کر رہے تھے۔ اور جو انکی ہستی کے قیام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ منظور نہ ہو سکیگی۔ ہم نے اس ترمیم کا مسودہ رائے عامہ کے حصول کے لئے شائع ہونے پر ہی زراعت پیشہ اقوام کو توجہ دلائی تھی۔ کہ اس کی حمایت میں رائے عامہ کے اظہار کی پوری پوری کوشش کریں۔ لیکن افسوس کہ انہوں نے اس کے لئے کوئی باقاعدہ انتظام نہ کیا۔ اب جبکہ ہندوؤں کی ایک خطرناک سازش کا انکشاف ہو چکا ہے زمینداروں کا فرض ہے۔ کہ جہاں جہاں کے زراعت پیشہ لوگوں سے اس قسم کی درخواست پر دستخط کرائے گئے ہوں۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ انہیں اس کے نقصانات اور خطرات بتلائے جائیں۔ اور انکی طرف سے اعلیٰ حکام کو لکھا جائے۔ کہ ان کے دستخط یا انگوٹھے ایسی درخواست پر دھوکہ یا جبر و دباؤ سے لگوائے گئے ہیں۔ وہ ایکٹ انتقال اراضی کی دفعہ ۱۱ کی ترمیم کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اس کی پرزور تائید کرتے ہیں۔

اس بارے میں خود گورنمنٹ کو بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے۔ کہ کوئی زراعت پیشہ شخص بقائمی ہوش و حواس اور بلا جبر و اکراہ اس ترمیم کی مخالفت کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی نے اس کے خلاف رائے دی ہے تو محض دھوکہ میں آکر یا کسی نہ کسی رنگ میں مرعوب ہوکر۔ اور ایسی کسی رائے کو اتنے بڑے اہم اور ضروری معاملہ میں قطعاً کوئی وقعت نہیں دینی چاہیئے۔

آزادیٔ وطن کے دشمن سکھ ہیں یا مسلمان؟

سکھوں کا مدنانہ اخبار "اکالی" محض اس بناء پر مسلمانوں کو آزادیٔ ہند کا دشمن قرار دے رہا اور "مسلم کانفرنس کی آزادی سے دشمنی" بتا رہا ہے کہ مسلمان اپنی آبادی کی نسبت سے اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور انہیں کم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن خود سکھ جسقدر آزادی کے خواہاں اور ملک کے جتنے خیرخواہ ہیں۔ اس کا اندازہ سکھ لیگ کے صدر اور اکالی کے سابق ایڈیٹر ماسٹر تارا سنگھ صاحب کے حسب ذیل الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو انہوں نے سکھ لیگ کے صدر کی حیثیت سے حال ہی میں اپنے صدارتی ایڈریس میں پیش کئے۔ فرماتے ہیں:۔

"اگر سکھوں کی تجاویز دوسری جماعتوں کو منظور نہ ہوں۔ تو اس صورت میں پنجاب کی عنان حکومت موجودہ حکومت ہند کے ہاتھ میں رہنا ہی مناسب ہے"۔

اس کے ساتھ ہی اگر سکھوں کی تجاویز نہیں بلکہ صرف ایک تجویز کو دیکھ لیا جائے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ سکھ کس قدر معقولیت اور انصاف سے کام لے رہے ہیں۔ ماسٹر تارا سنگھ ہی فرماتے ہیں:۔

"جبتک فرقہ وار مطالبے جاری ہیں سکھ اپنا یہ مطالبہ کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ کہ پنجاب میں انکو دیگر اقوام کے برابر سیاسی حقوق دئے جائیں"

۱۱ فیصدی ہوکر ۵۶ فیصدی کے مساوی حقوق طلب کرنے اور کہنے والے کہ سکھ کبھی اپنا یہ مطالبہ نہیں چھوڑ سکتے۔ اور اس کے پورے نہ ہونے کی صورت میں یہ مناسب سمجھنے والے سکھ کہ پنجاب کی عنان حکومت موجودہ حکومت ہند کے ہاتھ میں ہی رہے۔ بہت بڑے آزادی پسند اور شیدائے وطن ہیں۔ لیکن اپنی تعداد کے مطابق حقوق طلب کرنے والے مسلمان آزادی کے دشمن اور وطن کے بدخواہ ہیں کیا یہ منطق کسی ہوشمند انسان کی سمجھ میں آسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن حیرت ہے۔ اور تو اور خود گاندھی جی بھی ان حالات میں سکھوں کے حامی اور مددگار بنے ہوئے ہیں۔ اور ایسے دور از عقل و سمجھ مطالبات پر قائم رہنے کی انہیں تلقین کر رہے۔ حتیٰ کہ یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ سکھ اپنے مطالبات پر قائم رہیں تو کوئی طاقت انہیں پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔ یہ محض اس لئے ہے کہ مسلمانوں کے مطالبات کے رستہ میں روڑا اٹکایا جائے۔ اور سکھوں کے نہایت نامعقول مطالبات کی حمایت کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں انہیں کھڑا رکھا جائے۔

جن لوگوں کی حق پسندی اور صلح جوئی کی یہ حالت ہو۔ کیا ان سے توقع کیجا سکتی ہے کہ مسلمانوں کے متعلق عدل و انصاف سے کام لیں گے؟ اگر کسی مسلمان کے ذہن میں یہ بات ہو کہ گاندھی جی مسلمانوں سے منصفانہ سلوک کرنے کیلئے آمادہ ہو سکیں گے۔ تو اسے فوراً دل سے نکال دینی چاہیئے۔ مسلمانوں کو اگر کامیابی ہوگی۔ تو محض خدا کے فضل سے۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل اسی وقت نازل ہوگا جب مسلمان ذاتی کدورتوں اور انفرادی فوائد کو نظر انداز کر کے قوم کیلئے متحد اور متفق ہو جائیں گے۔ اور ہر مخالف کے مقابلہ میں متحدہ محاذ قائم کرینگے۔

عید الاضحیٰ کی تقریب اور ہندو

اس وقت جہاں پورن سوراجیہ اور آزادیٔ ہند کے متعلق گزشتہ سالوں کی نسبت زیادہ جوش و خروش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ وہاں ملک کی فضا بھی پہلے کی نسبت بہت زیادہ مکدر ہو چکی ہے جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ انقلاب پسندوں اور آزادی کے دعویداروں کو جب حکومت کے مقابلہ میں دہشت اور درندگی کے اظہار کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور ادھر سے ان کے دانت توڑے جاتے ہیں۔ تو وہ بیچارے مسلمانوں پر پل پڑتے ہیں اور اس طرح اپنی ہوس خون آشامی کو پورا کرتے ہیں۔ بنارس۔ آگرہ۔ مرزاپور۔ کانپور وغیرہ میں کیا ہوا۔ یہی کہ انقلاب پسندوں نے اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنے اور مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ انکی عورتوں اور بچوں کو نہایت بیرحمی اور سفاکی سے قتل کیا۔ ان حالات میں ملک کی فضا مکدر نہ ہو تو اور کیا ہو۔ اور مسلمان ہر جگہ اپنی جان و مال کے متعلق خطرہ محسوس نہ کریں تو کیا کریں۔

اب جبکہ مسلمانوں کی وہ مذہبی تقریب نزدیک آرہی ہے جس پر ہندو سورمے خواہ مخواہ زور آزمائی کیا کرتے اور مسلمانوں کو اپنے مذہبی فریضہ کی ادائیگی سے باز رکھنے کے لئے حیوانوں کی آڑ میں انسانوں کے خون بہانے سے دریغ نہیں کرتے۔ یعنی عید الاضحیٰ۔ اس وقت بجا طور پر یہ خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ کہ بدقسمت ہندوستان کو آزادی دلانے کے دعویدار خون و خرابہ کے مرتکب نہ ہوں۔ اور چونکہ اس موقعہ پر ہمیشہ ہندو فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ اس لئے بعض نیک دل ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے ہم مذہبوں کو ہر قسم کی خلاف امن اور فساد انگیز حرکات سے باز رکھیں۔ چنانچہ بابو راجندر پرشاد نے جو ایک مشہور لیڈر ہیں۔ پٹنہ سے ایک اپیل شائع کی ہے جس میں لکھا ہے:۔

"بقر عید کا زمانہ آزمائش کا زمانہ ہوا کرتا ہے۔ میں ہندوؤں سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی مراسم کی ادائیگی میں بالکل مزاحم نہ ہوں۔ خواہ اس سے ان کے محسوسات مجروح ہی کیوں نہ ہوں۔ گئو ماتا کی خدمت کا یہ بہترین طریق ہے۔ میں ایک ہندو کی حیثیت سے ہندوؤں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا کماحقہ احترام کریں۔ بلکہ ہر ممکن طریق پر ان کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں۔ تاکہ وہ اپنے فرائض مذہبی سے عہدہ برآ ہو سکیں"۔ (زمیندار ۱۰ اپریل)

یہ نہایت ہی مصالحانہ اور رواداری اپیل ہے۔ جس کے لئے بابو راجندر پرشاد ہر امن پسند ہندو و مسلم کے نزدیک قابل تعریف ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ عام طور پر ہندو ذہنیت اسقدر بگڑ چکی ہے۔ کہ اس قسم کی کوئی اپیل اس پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ چنانچہ وہ ہندو اخبارات جو ہمارے نظر سے گزرتے ہیں۔ انہوں نے اس اپیل کو اپنے صفحات میں جگہ دینے کے قابل ہی نہیں سمجھا۔ اور جہاں بھر کی خرافات اور لغویات کے مقابلہ میں وقعت کی ایک ایسی اہم تجویز کو جس سے ہندوستان خطرناک فسادات سے بچ سکتا ہے۔ جس سے ہندو مسلمانوں کے تعلقات خوشگوار ہو سکتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے مذہبی فرائض کا احترام کرنے کی تحریک ہو سکتی ہے۔ اسے قطعاً نظر انداز کر دیا گیا۔

یہ صورت حالات نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ اور اس افسوس میں اس بات سے بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ کہ گاندھی جی اور دوسرے ہندو لیڈروں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔ اور ملک کی بگڑی ہوئی فضا دیکھتے ہوئے خوش بیٹھے ہیں۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

اس موقعہ پر ہم مسلمانوں سے توقع رکھتے ہیں کہ عید کے ایام میں فریضہ قربانی ادا کرتے ہوئے جہانتک ممکن ہوگا ہندو اصحاب کے جذبات اور احساسات کا احترام کریں گے۔ اور کوئی ایسی بات اختیار نہ کریں گے جو شرعی احکام سے تعلق نہیں رکھتی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے۔ کہ قطعاً کوئی ایسی پابندی اختیار نہ کی جائے جس سے اسلامی وقار کو صدمہ پہنچے یا جس سے کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی ہو۔ نیز اپنی جان و مال کی حفاظت کو پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے۔ اسلام جہاں ہر قسم کے فتنہ و فساد سے روکتا اور امن و رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ وہاں خود حفاظتی بھی ہر مسلمان کا فرض قرار دیتا

[illegible]

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

اگرچہ گلے کی خرابی کی وجہ سے میں زیادہ بول نہیں سکتا مگر میں سمجھتا ہوں۔ یہ وقت اس قسم کا ہے۔ کہ اپنی

مجبوریوں کے باوجود

بھی اب ہم سب کو کام کرنا پڑیگا۔ اور گو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ مگر طاقت کا اندازہ بھی زمانوں کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ ایک شخص اگر بیمار پڑا ہو۔ تو تھوڑے سے کام کے لئے بھی کوئی اسے نہیں کہیگا۔ لیکن اسی گھر میں اگر آگ لگ جائے۔ تو اسے بے اختیار اُٹھکر بھاگنا پڑیگا۔ اس وقت بھی اگرچہ وہ اپنی طاقت کے مطابق ہی کام کریگا۔ مگر اس وقت

طاقت کا اندازہ

بدل جائیگا۔ گویا طاقت کا اندازہ بھی حالات کے مطابق بدلتا رہتا ہے۔ ایک وقت تھوڑی کمزوری کے عذر کو بھی تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ مگر دوسرے وقت اوسط درجہ کی کمزوری کا عذر ہی قابل سماعت ہوتا ہے۔ اور معمولی کمزوری کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ پھر ایک وقت وہ بھی ہوتا ہے۔ جب

انتہائی کمزوری کا عذر

ہی مانا جاسکتا ہے۔ اور اس سے کم کا عذر تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ پس طاقتوں کے اندازے زمانہ کی حالت کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ یہی حال اس وقت ہے۔ اب ایسا زمانہ آگیا ہے۔ کہ عام مسلمانوں کے لئے عموماً اور احمدیوں کے لئے خصوصاً

اپنے نفسوں پر زور دینے کے دن

ہیں۔ سیاسی تغیرات اپنے ساتھ مذہبی خطرات بھی لا رہے ہیں۔

ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے اخبار سٹیٹسمین میں مسٹر گاندھی کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے۔ سوراج کے زمانہ میں اگر غیر ملکی مشنری ہندوستانیوں کے عام فائدہ کے لئے روپیہ خرچ کرنا چاہیں گے۔ تو اس کی تو انہیں اجازت ہوگی۔ لیکن اگر وہ لوگوں کو عیسائیت کی تبلیغ کرینگے۔ تو میں انہیں ہندوستان سے نکل جانے پر مجبور کروں گا۔ جس کے معنے سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتے کہ ہندوستانیوں کی اپنی حکومت کے زمانہ میں

مذہبی تبلیغ بند

ہو جائیگی۔ کیونکہ اگر عیسائیت کی تبلیغ ممنوع ہوگی۔ تو اسلام کی تبلیغ بھی یقیناً جاری نہیں رہ سکیگی۔ اور مسٹر گاندھی اور ان کے چیلوں سے امید بھی یہی ہے۔ کہ وہ مذہبی تبلیغ کی ہرگز اجازت نہیں دینگے۔ اس بیان کے شائع ہونے کے بعد درد صاحب جو ان دنوں دہلی میں تھے۔ گاندھی جی سے ملے۔ اور ان سے دریافت کیا۔ کہ کیا آپنے سوراجیہ میں مذہبی تبلیغ کی بندش کا اعلان کیا ہے گاندھی جی نے اس سے انکار کر دیا۔ لیکن درد صاحب نے جب اخبار نکال کر سامنے رکھا۔ تو کہنے لگے۔ ہاں ایسی گفتگو ہوئی تو ضرور تھی۔ مگر میرا مطلب یہ نہ تھا۔ جو شائع ہوا ہے۔ بلکہ میرا مطلب صرف یہ تھا۔ کہ جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کو تبلیغ کرنا مناسب نہیں۔ ہاں میرے جیسے لوگوں کو تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ

عذر گناہ بدتر از گناہ

کا مصداق ہے۔ اور اس کے معنے بھی یہی ہیں۔ کہ تبلیغ بند کر دی جائے گی۔ تعلیم یافتہ لوگوں تک تبلیغ کو محدود رکھنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اعلان کر دیا جائیگا۔ اس ملک میں صرف گاندھی جی۔ مسٹر پٹیل۔ پنڈت مالوی۔ پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر رنگا سوامی آئر وغیرہ چند ایک لوگوں کو ہی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ باقی چونکہ سب جاہل ہیں۔ اس لئے انہیں کسی قسم کی تبلیغ نہیں کی جاسکتی۔ اور اس وقت تمام مبلغوں کو سوائے اس کے چارہ نہ ہوگا۔ کہ ان لوگوں کے دروازوں پر جا کر بیٹھے رہیں۔ اس پابندی کو مد نظر رکھتے ہوئے کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ تبلیغ کی اجازت ہوگی۔ یہ تو تبلیغ کی بندش کا ایک نہایت نامعقول بہانہ ہے پھر ایک اور غور طلب امر یہ ہے۔ کہ گاندھی جی نے ان پڑھوں اور جاہلوں کے اوپر اپنے آپ کو ہی رکھا ہے۔ گویا ان کے سوا یا ان جیسی شخصیت رکھنے والے چند ایک لوگوں کے سوا باقی تمام اہل ملک جاہل ہیں۔ لیکن اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ جاہل سے ان کی مراد

ادنیٰ اقوام

ہیں۔ تو بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا ان بے چاروں کو ہمیشہ کے لئے ہی اسی حالت میں رکھا جائے گا۔ اور کبھی بھی چوہڑوں۔ چماروں۔ سانسیوں اور گونڈ بھیل وغیرہ اقوام کو علم و تہذیب نہ سکھائی جائے گی۔ کیونکہ اگر کوئی سکھائے گا۔ تو پھر یہی سوال پیدا ہوگا۔ کہ یوں سکھاتا ہے۔ کچھ سکھانا اگر امریکن مشنریوں کے لئے جرم ہوگا۔ تو مسلمان مبلغین کے لئے بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو بات قانوناً جرم ہو۔ وہ سب کے لئے ہی جرم ہوگی۔ یا پھر اس کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ ہندوؤں کو ہندو ہی سکھا سکیں گے۔ اور یہ بھی تبلیغ کی بندش کے ہی مترادف ہے۔

غرضیکہ جو تغیرات ملک میں ہونے والے ہیں۔ اور جو باتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ حالات نہ بدلے۔ اور

ہندو لیڈروں کی دماغی حالت

کی اصلاح نہ ہوئی۔ تو ہندوستان میں ایک بھاری کشمکش شروع ہو جائے گی۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا مسلمان اس کے لئے تیار ہیں؟ قطعاً نہیں

مسلمانوں کی حالت

اس وقت بالکل بنیوں کی سی ہے۔ پہلے بنیوں کی جس حالت پر ہم ہنستے تھے اب بعینہٖ وہی مسلمانوں کی ہو رہی ہے۔ بنیوں کا قاعدہ تھا کہ جب آپس میں لڑتے۔ تو ایک دوسرے کو فحش گالیاں دیتے۔

جو اس میں بڑھ جاتا۔ اسے دوسرا کہتا۔ اچھا اب گالی دو۔ تو تمہیں بتاؤں۔ پھر وہ دو چار گالیاں دے دیتا۔ اور وہ کہتا اچھا اب دیکر دیکھ۔ وہ پھر گالیاں دے دیتا۔ اس پر کہتا اچھا اب دیکھ دیکھو۔ پنسیری مارتا ہوں۔ یا نہیں۔ اور اس پر پنسیری اٹھا کر اسے حرکت دیتا۔ وہ پھر دو چار گالیاں دے دیتا۔ اور کہتا پنسیری مار کے تو دیکھ۔ اب یہ مقابلہ شروع ہو جاتا۔ وہ کہتا مار پنسیری اور یہ کہتا۔ تو نکال گالی۔ اسی تکرار میں بہت سے ہندو جمع ہو جاتے۔ اور سمجھتے بہت بڑا فساد ہو گیا ہے۔ مگر اب مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ وہاں تو بنیا پنسیری مارتا نہیں تھا۔ صرف ہاتھ میں پکڑ کر ہلاتا ہی تھا۔ مگر اب جہاں بھی فساد ہو۔ مسلمان مارے جاتے ہیں۔ اور

ہر ایک فساد کے بعد

مسلمان اعلان کر دیتے ہیں۔ تم ہمیں جانتے نہیں۔ ہم اچھی طرح تمہاری خبر لیں گے۔ اور تمہیں بتا دیں گے۔ کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا کیا نتیجہ ہے مگر معلوم نہیں۔ ان کے

بتانے کا وقت

کب آئے گا۔ مالی طور پر وہ ہندوؤں کے غلام بن چکے ہیں ذہنی طور پر ان کے زیر اثر ہیں۔ تعلیمی اور دنیوی ترقیات کا راستہ ہندوؤں نے ان پر بند کر رکھا ہے۔ اور تبلیغ کہ یہی ان کی قومی ترقی کا واحد ذریعہ ہے اسے بھی بند کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں

سوراجیہ مل جانے کے

بعد اگر مسلمانوں نے اس پر شور و شر کیا۔ تو گاندھی جی صاف کہہ دیں گے میں نے کوئی دھوکا تو نہیں کیا۔ میں نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا۔ جو ینگ انڈیا میں چھپ بھی چکا ہے۔ اس وقت ساری دنیا مسلمانوں کو ہی ملامت کرے گی کہ اگر تمہیں کوئی اعتراض تھا۔ تو اس وقت کیوں نہ بولے۔ لیکن مسلمان ہیں۔ کہ ہر طرف سے مار کھاتے ہیں مگر کہے ہی جاتے ہیں۔ کہ اب مار کر دیکھو آخر اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ انسان ہمیشہ کے لئے تو مار برداشت نہیں کر سکتا۔

ایک دن خاتمہ ہو جائے گا

اور آیندہ نسلوں کے لئے ان کا یہی فقرہ یادگار رہ جائے گا۔ کہ اب مار کر دیکھو۔ لیکن کیا بعد میں آنے والے اس یادگار کو عزت و فخر کے ساتھ دیکھیں گے۔ نہیں بلکہ اسے خفت کے ڈر سے چھپانے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ یہ بہادری نہیں۔ بلکہ ذلت و رسوائی کے آثار ہیں۔

یو۔ پی میں

ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر تشدد کے واقعات برابر ہو رہے ہیں۔ پہلے بنارس میں فساد ہوا۔ پھر آگرہ اور میرزا پور میں اور اب کانپور میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ لیکن مسلمان ہیں۔ کہ آرام سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ بنارس والوں کو ہی مار پڑی ہے۔ ہمیں تو کسی نے کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ جس جگہ بھی مارا گیا ہے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہی مارا گیا ہے۔ اور اگر اسی طرح ہوتا گیا تو آہستہ آہستہ

سب کی باری آجائے گی

پس مسلمانوں کے زندہ رہنے کی یہی صورت ہے۔ کہ وہ متحد ہوں ایک مقام پر اگر مسلمانوں پر ظلم ہو۔ تو تمام مسلمان اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر یہ سمجھ لیں۔ کہ یہ ان پر نہیں۔ بلکہ ہم پر ظلم ہوا ہے۔ اور پھر جو کچھ ان کے اختیار میں ہو۔ اور ان کے عقائد کے مطابق درست ہو۔ اس کے مطابق

اپنے بھائیوں کی امداد

کریں۔ ان کسی سے اس کے عقیدہ کے خلاف امید رکھنی درست نہیں۔ ہر جگہ کے مسلمان اگر اب بھی اس طرح کریں۔ تو ان کا رعب ابھی باقی ہے۔ گو طاقت جاتی رہی ہے۔ وہ تباہی سے بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ رعب بھی ایک بہت بااثر چیز ہے۔ کہتے ہیں۔ رستم کے گھر میں کوئی چور داخل ہو گیا۔ رستم اس وقت بوڑھا اور ضعیف ہو چکا تھا۔ چور نے اسے نیچے گرا لیا۔ اور چھاتی پر بیٹھ کر تیار تھا۔ کہ اس کا گلا دبا دے کہ اس نے کہا۔ وہ

رستم آگیا

اس کا اتنا کہنا تھا۔ کہ چور خوفزدہ ہو کر اسے چھوڑ کر بھاگ گیا کیونکہ اسے تو وہم میں بھی نہ آسکتا تھا۔ کہ میں رستم کو گرا سکتا ہوں۔ وہ یہ سمجھ کر کہ یہ اس کا کوئی معمولی نوکر ہے۔ اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا تھا تو

مسلمانوں کا رعب

ابھی تک باقی ہے۔ مگر روز بروز وہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اگر اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے وہ مار کھاتے رہے۔ تو جو کچھ اپنے زمانہ میں سکھوں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ وہی بلکہ اس سے بھی زیادہ اب ہندو کریں گے۔ اور جب کوئی قوم مار کھاتی جاتی ہے تو حکومت بھی اس کی مدد نہیں کرتی۔

حکومت زبردست کا ساتھ دیتی ہے

دیکھ لو۔ جہاں جہاں فسادات ہوئے۔ مقدمات میں ہندو تو چھوٹ گئے۔ مگر مسلمان پکڑے گئے حتیٰ کہ گواہیاں دینے والے مسلمان بھی دھر لئے گئے۔ ایک واقعہ تو ہمارے علم میں بھی ایسا ہوا۔

فسادات لاہور

کے سلسلہ میں پہلے تو پولیس والے پیچھے پیچھے پھرتے تھے۔ کہ لوگ گواہیاں دیں لیکن جب ایک مسلمان نے گواہی دی۔ تو اسے بھی ایک اور مقدمہ میں پھانس دیا۔ اور آخر وہ دس سال کے لئے جیل میں بھیج دیا گیا۔ تو گورنمنٹ بھی ایسے موقع پر زبردست کا ہی ساتھ دیتی ہے۔ ڈھاکہ۔ بنارس۔ آگرہ میرزا پور وغیرہ سب جگہ یہی ہو رہا ہے۔ اور اب بھی دیکھ لینا۔

کانپور میں

یہی ہو گا۔ ہندوؤں کے پاس روپیہ ہے۔ اثر ہے۔ ان کے وکیل ہیں اتحاد اور اتفاق ہے۔ مگر مسلمانوں کا کوئی جتھا نہیں۔ پھر ایسے فسادات کے موقعہ پر مسلمان تو اپنے بھائیوں کی مدد کرتے نہیں۔ اور پولیس کا اپنا کوئی [illegible] اس میں ہوتا نہیں۔ اس لئے مقدمات خراب اور ملزم بری ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ یو۔ پی میں مسلمانوں پر ان دنوں سخت مظالم ہو رہے ہیں۔ اور جب یہ وبا پھیل گئی۔ تو یہ ایک ہی صوبہ سے مخصوص نہیں رہے گی۔ بلکہ ہر جگہ پھیل جائیگی

پس میں احباب جماعت کو خصوصیت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ دن کام کرنے کے ہیں۔ ہم بے شک مذہبی طور پر پابند ہیں۔ کہ

قانون کی پابندی

کریں۔ مگر مجھے یقین ہے۔ کہ ہم قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی گورنمنٹ پر زور ڈال سکتے۔ اور ظالم کا ہاتھ پکڑ سکتے ہیں اسلام نے جب قانون کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ تو یقیناً ہماری مشکلات کے ازالہ کیلئے بھی رستہ رکھا ہے۔ مگر ضرورت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو عقل دی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور اس وقت میں اپنی صورتوں میں سے جو

ہندوؤں کے مظالم

سے پیدا ہو رہی ہیں۔ ایک صورت کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں جو خصوصیت سے احمدیوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ یوں تو وہ سب مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے مگر بے وقوفی کی وجہ سے بعض مسلمانوں میں یہ مرض ہے کہ اگر ایک کے ساتھ زیادتی ہو۔ تو دوسرے خاموش ہوتے۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ اور مظلوم کی مدد نہیں کرتے۔ ہمارا دامن خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سے پاک ہے۔ جب بھی کبھی کسی پر کسی قسم کا ظلم ہوا۔ ہم نے اس کی

ہر جائز طریق سے مدد

کی ہے۔ اور انشاء اللہ آیندہ بھی کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ باقی مسلمانوں کو بھی سمجھ دے۔ کہ وہ بھی ایسا ہی کریں بسرہ میں سنیوں نے جب شیعوں پر ظلم کیا۔ اور ان کو وہاں سے نکال دیا۔ تو ہندوستان کے سنی کچھ نہ بولے۔ بلکہ ان میں سے بعض سنیوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور اگرچہ ہم بھی سنی ہیں۔ کیونکہ شیعوں سے خلافت کے مسئلہ میں ہمارا اتفاق نہیں۔ مگر میں نے

شیعوں سے ہمدردی

کا اظہار کیا۔ جس کا شیعوں پر اثر ہوا۔ اور بعض دوسرے مواقع پر انہوں نے مجھے بھی ہمدردی کے خطوط لکھے۔

پس چاہیئے۔ کہ غیر کے مقابل پر

تمام مسلمان متحد ہو جائیں

اگر شیعوں پر ہندو ظلم و ستم کریں۔ تو سنی شیعوں کا ساتھ دیں۔

اور اگر حنفیوں پر کوئی زیادتی ہو۔ تو اہلحدیث ان کی مدد کریں۔ اسی طرح سب غیر کے مقابل پر آپس میں متحد ہو جائیں۔ اگر مسلمان زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں ایک ایسا سمجھوتہ کرنا چاہیئے۔ کہ اگر دیگر اقوام کی طرف سے کسی اسلامی فرقہ پر ظلم ہو۔ تو خواہ اندرونی طور پر اس سے کتنا ہی شدید اختلاف کیوں نہ ہو۔ اس موقعہ پر سب کو متفق ہو جانا چاہیئے۔ یہی وہ چیز تھی۔ جس نے ابتدائی زمانہ اسلام میں باوجود مسلمانوں کے باہمی اختلاف کے انہیں نقصان سے بچائے رکھا۔

حضرت معاویہ اور حضرت علیؓ

میں شدید اختلاف تھا۔ مگر جب شاہ روم کے حملہ کا علم ہوا۔ تو حضرت معاویہ نے انہیں لکھا۔ اگر تم نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا۔ تو اگرچہ علیؓ سے میری لڑائی ہے۔ مگر اس کی طرف سے پہلا جرنیل جو تمہارے مقابل پر آئے گا۔ وہ معاویہ ہوگا۔ اس سے وہ ایسا ڈرا۔ کہ مسلمانوں کی باہم پندرہ بیس سال تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ مگر اسے جرأت نہ ہوئی۔ کہ حملہ کرے۔ حالانکہ مسلمان اس وقت اتنے کمزور ہو چکے تھے۔ کہ روم کی ۱/۲ طاقت بھی انہیں مغلوب کر سکتی تھی۔ اللہ تعالےٰ کا منشا کیا تھا۔ اس کا تو علم نہیں لیکن ظاہری سامانوں کے لحاظ سے یہی حالت تھی۔ مگر چونکہ ان کے اندر

قومی روح

زبردست تھی۔ اس لئے باوجود کمزوری کے دشمن خم کھاتے تھے۔ آج بھی اگر یہی روح پیدا ہو جائے۔ اور سب مسلمان مخالفوں کے مقابل پر اکٹھے ہو جائیں۔ تو کسی کو ان پر تعدی کرنے کی جرأت نہ ہو۔

مسلمانوں کے بزرگوں کی ہتک

ہو۔ تو سب متفقہ آواز اٹھائیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی جائے۔ تو اس صورت میں تو سب اکٹھے ہو ہی جاتے ہیں۔ گو بعض ایسے بھی ہیں۔ جو اس حالت میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ کس مضمون کے جواب میں یہ ہتک ہوئی ہے۔ اور اس وقت بھی اس قسم کے بہانے تلاش کرتے ہیں۔ کہ اگر اپنے آدمی پر حملہ کیا جائے تو بہتر ہے لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نیچے اتر کر اگر کسی اسلامی بزرگ پر حملہ کیا جائے۔ تو بھی سب بیزاری کا اظہار کریں۔ مسلمان بادشاہوں پر چاروں طرف سے حملے ہوتے ہیں۔

سیواجی ایک ڈاکو تھا

اور اورنگ زیب ایک بادشاہ مگر اورنگ زیب پر ہر سال بیشمار حملے ہوتے ہیں۔ مگر گورنمنٹ کی رگ انتقام کبھی نہیں پھڑکتی۔ لیکن سیواجی کو ڈاکو لکھنے پر اخبارات سے نوٹس لے لیتی۔ اور مقدمہ چلانے کی دھمکی دیتی ہے۔ حتیٰ کہ

امتحان کے پرچوں میں

مسلم بادشاہوں کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ مگر گورنمنٹ کوئی نوٹس نہیں لیتی کیونکہ وہ جانتی ہے۔ مسلمان شور نہیں ڈالیں گے۔ اور مسلمان شور کیا ڈالیں گے۔ جب ان کے اپنے اندر ایسے بے غیرت لوگ موجود ہیں۔ جو خود ان کے خلاف مضامین شائع کرتے ہیں۔ غرض گورنمنٹ

اورنگ زیب کی ہتک

پر تو کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ مگر سیواجی کو ڈاکو لکھنے پر مقدمہ چلانے کی دھمکی دیتی ہے۔ حالانکہ اسمیں کیا شک ہے۔ کہ وہ ایک باغی اور ڈاکو تھا۔ اور ایسا ہی ڈاکو تھا۔ جیسا سندر سنگھ وغیرہ ڈاکو گزرے ہیں۔ اگر یہی سندر سنگھ ذرا اور طاقت پکڑ کر کسی ایک ضلع پر قابض ہو جاتا۔ تو اس کی وہی حیثیت ہوتی۔ جو سیواجی کی تھی۔ لیکن کیا انگریز اس بات کو پسند کریں گے۔ کہ ان کی حکومت کو تو گالیاں دی جائیں اور سندر سنگھ کی عزت کی جائے۔ مگر ان کا اپنا رویہ یہی ہے۔ کہ وہ

مسلمان بادشاہوں کی ہتک

پر تو خاموش رہتے ہیں۔ مگر سیواجی کو ڈاکو لکھنے پر نوٹس لیتے ہیں حالانکہ اس میں کوئی شک ہی نہیں۔ کہ

سیواجی ایک ڈاکو تھا

اور اس نے دھوکہ سے ایک اسلامی جرنیل کو قتل کر دیا۔

پھر اگر سیواجی باغی نہیں تھا۔ تو بھگت سنگھ کیوں ہے اگر سیواجی کو محب وطن سمجھا جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں تھی۔ کہ بھگت سنگھ کو پھانسی دیا جاتا۔ سیواجی کیا تھا۔ اپنے زمانہ کا بھگت سنگھ اور سکھدیو تھا اس سے زیادہ اس کی اصلیت کچھ نہیں۔ گورنمنٹ اگر اس کی حمایت اور تائید کرتی ہے۔ تو بھگت سنگھ وغیرہ کو پھانسی دینا ظلم ہے۔ اور سوچنے کی بات ہے۔ کہ اگر انگریزوں کا باغی سزائے پھانسی کا مستحق ہے۔ تو مسلمان بادشاہ کے باغی کی عزت کیوں کی جاتی ہے۔ اور اگر اسے کوئی باغی یا ڈاکو کہدے۔ تو اسے کیوں نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ تم پر مقدمہ چلایا جائیگا یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی آدمی لاٹھی لیکر کھڑا ہو گیا۔ اور اپنی بیوی سے کہنے لگا۔ کہ اگر روٹی پکاتے وقت تمہاری کہنیاں ہلیں۔ تو میں لاٹھی مارونگا حالانکہ جو روٹی پکائے گا۔ اسکی کہنیاں ضرور ہلینگی۔ اور اسے سزا دینا کوئی عقلمند جائز نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح جو ڈاکے ڈالیگا۔ اسے ڈاکو ہی کہا جائیگا۔ اور کوئی سمجھدار اسے قابل تعریز قرار نہیں دے سکتا۔ دنیا میں ڈاکے ڈالنے والے کو ڈاکو ہی کہا جاتا ہے۔ کوئی اسے ولی اللہ نہیں کہہ سکتا۔ اگر سیواجی کو ولی اللہ کہا جائے۔ تو بھگت سنگھ۔ سکھدیو۔ راجگورو اور غدر کے سب باغی ولی اللہ قرار پائینگے۔ جو گورنمنٹ سیواجی کو باغی اور ڈاکو کہنے پر نوٹس لیتی ہے وہ گویا ملک کو تعلیم دیتی ہے۔ کہ باغی اور ڈاکو قابل عزت ہستیاں ہیں۔ اور اس طرح خود نوجوانوں کے اندر

باغی بننے کا اشتیاق

پیدا کرتی ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں۔ کہ بھگت سنگھ وغیرہ باغی خود گورنمنٹ کی اس روش نے پیدا کئے ہیں۔ کہ وہ سیواجی وغیرہ باغیوں کی عزت کو قائم کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے وہ اپنے عمل سے ثابت کر رہی ہے۔ کہ اورنگ زیب کو جو چاہے۔ کہ لو۔ مگر سیواجی کی شان میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے بھی بڑھ کر

گورنمنٹ کی غفلت شعاری

کی مثال دیکھو۔ بنگال میں ایک نیدیشٹ ودیا بابن نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو نعوذ باللہ دجال لکھا ہے۔ مگر حکومت نے اسپر کوئی نوٹس نہیں لیا۔ یہاں پنجاب میں ایک شخص حضور علیہ السلام کے اخلاق اور ننگ و ناموس پر نہایت کمینہ اور دلآزار حملہ کر رہا ہے۔ گورنمنٹ کو بارہا توجہ دلائی گئی۔ اور کئی بار لکھنے کے بعد اس نے اطلاع دی ہے کہ اسے تنبیہ کر دی گئی ہے۔ مگر وہ برابر لکھتا جا رہا ہے۔ اسی طرح شاید نہایت گندے اور اشتعال انگیز اشتہارات روز نکلتے رہتے ہیں مگر گورنمنٹ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ لیکن

الفضل میں لیکھو

لکھدیا گیا۔ تو حکومت نے اسپر نوٹس لیا۔ کہ ایسا کیوں لکھا گیا ہے۔ حالانکہ صاف بات ہے۔ کہ جوتی کو جوتی ہی کہا جائے گا۔ لکڑی کو لکڑی اور پانی کو پانی ہی کہا جائیگا۔ کوئی عقلمند پانی کو جناب معلی القاب کسطرح کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح لیکھو کا نام ہی جب لیکھو تھا۔ تو اسے لیکھو کیا کہا جائے۔ اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس کا نام ہی لیکھو تھا۔ میں نے چند حوالے نکلوائے ہیں جنہیں ابھی پڑھ کر سناؤنگا۔ آریہ اسے شہید کہتے ہیں۔ اور ہم بھی اس کی شہادت کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس کی موت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت پر شہادت تھی۔ اللہ تعالےٰ نے کفار کی موت کا نام آیت اللہ رکھا ہے لیکھو بھی قیامت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت کی شہادت دیگا۔ اس لئے وہ بے شک شہید ہے۔ مگر عبرت کے لئے اور لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کہ

اللہ تعالیٰ کی گرفت

کیسی ہوتی ہے۔ آریہ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر قتل کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ مگر گورنمنٹ کی رگ حمیت میں کبھی جوش نہیں آیا صرف اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور قانون کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے احساسات کی کوئی قدر نہیں۔ یا پھر اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ ہم اقلیت میں ہیں۔ سابق گورنر پنجاب نے رو در رو مجھ کو کہدیا تھا۔ کہ ہم

اقلیتوں کے احساسات

کا کوئی پاس نہیں کر سکتے۔ اس وقت تو میں نے اور رنگ میں جواب دیا تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ

اس کا جواب

یہ بھی ہے۔ کہ پھر حکومت کو بھی اقلیتوں سے مدد کی کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ ہم جس انسان کو اپنا امام سمجھتے ہیں۔ اور جس کی خاطر اپنی جان و مال ننگ و ناموس قربان کر دینا سعادت دارین یقین کرتے ہیں جسے ہم دنیا کا نجات دہندہ مانتے ہیں۔ جس کا دعویٰ تھا۔ کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے۔ اور جس نے

دنیا کو چیلنج

دیا۔ کہ میرے مقابل پر روحانی علوم پیش کرے۔ اس کے مقابل میں لیکھرام کی کیا حقیقت ہے۔ لیکن آریہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قاتل

کہتے جائیں۔ تو گورنمنٹ کو کوئی جوش نہیں آتا۔ مگر لیکھو کہنے پر وہ سمجھتی ہے۔ بہت ہتک ہو گئی۔ حالانکہ اس کا نام ہی لیکھو تھا۔ اگر اس کا نام لیکھرام ہوتا۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ پھر بھی لیکھو کہنے میں چنداں حرج نہ تھا کیونکہ ہندوؤں میں نام کو چھوٹا کرکے پکارا جاتا ہی ہے گو اس کا نام ہی لیکھو تھا۔ چنانچہ اس شہید کے متعلق جو شہادت تھا اس امر کی کہ آریہ مت خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ ان کی پارٹی کے لیڈر لالہ منشی رام جو بعد میں سوامی شردھانند کے نام سے مشہور ہوئے لکھتے ہیں۔

پشاور میں آریہ سماج تو قائم ہوا۔ مگر اس کی وسعت لیکھرام سے باہر نہ تھی۔ جن کو مرنے کے بعد دھرم کی مورتی مانا گیا۔ اور جن کے نام کے ساتھ لفظ پنڈت خود اپنے آپ کو باعزت سمجھتا تھا۔

"انہیں اُس وقت "لیکھو" کہہ کر پکارا جاتا تھا مشہور ضرب المثل ہے کہ مایا تیرے تین نام، پرسو۔ پرسا۔ پرسرام" اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ اپنا آپ قربان کر دینے والے لیکھرام بھی لیکھو سے لیکھرام اور پھر دھرم ویر پنڈت لیکھرام بن گئے"

پھر لکھا ہے۔

" لیکھو مہاشہ اس وقت پشاور شہر میں مائی رنجی کی دھرمشالہ میں رہتے تھے۔ اسی جگہ آریہ سماج کے ہفتہ وار ہی نہیں بلکہ روزانہ اجلاس ہونے لگے۔ نہ کوئی نوٹس لگایا جاتا۔ اور نہ ہی ڈھنڈورا پٹوایا جاتا۔ ویدک دھرم کا سپاہی لیکھو اپنے تین چار دوستوں کو سمجھانے بیٹھتا۔ پانچ میں سے چار دوستوں کو تو سمجھا لیا۔ اور وہ "خدا خدا" کہلانے سے شرمندہ ہو کر ایشور کی پناہ میں آگئے۔ مگر پانچواں کٹر ہمہ اوستی تھا جس نے لیکھو کو بھی ہمہ اوست کا سبق پڑھایا تھا۔ جب کسی طرح بھی قابو نہ آیا۔ تو لیکھو نے "لیکھرام" بنے ہوئے دوست نے کہا "کمبخت! تیری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ تب بھی ہماری خاطر سے ہی آریہ بن جا مجلس احباب تو نہ ٹوٹے گی"۔

(آریہ پتھک لیکھرام ہندی ۲۲-۲۳)

دیکھو اس کے سوانح لکھنے والا اور ان کی پارٹی کا لیڈر تو کہتا ہے کہ اس کا نام ہی لیکھو تھا۔ مگر گورنمنٹ کہتی ہے۔ لیکھو لکھ دینے سے سخت ہتک ہو گئی۔ اور تم نے لیکھو لکھ کر سخت جرم کر دیا۔

ایک مثل

مشہور ہے کسی شخص کا نام تھا کالو۔ وہ ٹھیکیداری کرتا تھا۔ جب کچھ روپیہ پیسہ اس کے پاس ہو گیا۔ تو اس نے اپنا نام محمد کالو رکھ لیا۔ ایک لطیفہ گو مسلمان نے یہ دیکھ کر اسے کہا۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تو کالو کی کوئی مناسبت نہیں۔ اگر تمہیں نام کو لمبا کرنے کا ہی شوق ہے۔ تو ہم تمہیں تین دفعہ کالو کالو کالو کہہ دیا کرینگے۔ اسی طرح اگر گورنمنٹ کو یہ شوق ہے۔ کہ

لیکھو کا نام

لمبا کر کے لیا جائے۔ تو جب تک آریہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قتل کا الزام لگانا نہیں چھوڑتے۔ اس وقت تک ہم تین دفعہ لیکھو لیکھو لیکھو تو کہہ دیا کرینگے۔ مگر لیکھرام نہیں کہہ سکتے۔ جب تک ہمارے بزرگوں کی عزت قائم نہیں ہوتی۔ ہم بھی دوسروں کی عزت نہیں کرینگے۔

گورنمنٹ کا کوئی قانون نہیں

کہ لیکھو کو لیکھو نہ کہا جائے۔ اس لئے ہم لیکھو کہہ کر کسی قانون شکنی کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک آریہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قتل کا الزام لگانے سے باز نہ آجائیں۔ برابر کہتے جائینگے اور اگر حکومت نے اس رویہ کو نہ بدلا۔ اور لیکھو کے چیلوں کو اس شرارت سے باز نہ رکھا۔ تو

آج سے ایک ماہ کے بعد

میں اپنی جماعت سے ایک ہزار ایسے آدمیوں کا مطالبہ کرونگا جو ان کے لیڈروں کے حالات اصلی صورت میں شائع کریں۔ اور اگر اس کے بدلہ میں گورنمنٹ انہیں جیل میں بھیجنا چاہے۔ تو بخوشی چلے جائیں۔ ہر ہفتے ہم ایسے اشتہار شائع کرینگے۔ اور تمام شہروں میں انہیں تقسیم کرینگے۔ یہاں تک کہ آریہ محسوس کریں۔ کہ جیسے لیڈر ان کے ہیں ویسے ہی ہمارے بھی ہیں۔ اور گورنمنٹ بھی محسوس کرے۔ کہ جیسے احساسات ان کے ہیں۔ ویسے ہی ہمارے بھی ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ ہم تھوڑے ہیں ہمارے احساسات کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ لیکن مسلمان کبھی تھوڑے نہیں ہو سکتے۔ اور

مومن کبھی بُزدل نہیں ہو سکتا

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی۔ تو میں اس وقت بچہ ہی تھا۔ مگر میں نے آپ کی لاش مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر اقرار کیا تھا۔ کہ اگر میں اکیلا بھی رہ جاؤں گا۔ تو بھی احمدیت کی اشاعت کرونگا۔ اور تمام دنیا کا مقابلہ کروں گا۔ اور میں اسی ارادہ اور اسی اُمنگ کی توقع ہر احمدی سے کرتا ہوں۔

کوئی بُزدل احمدی نہیں ہو سکتا

جو دین کی خاطر جان دینے کے لئے تیار نہیں۔ وہ علیحدہ ہو جائے۔ اور قید تو کوئی چیز ہی نہیں۔ اگر کسی کے اندر کمزوری یا بُزدلی ہے۔ تو مومنوں سے اس کا جوڑ نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

" اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا۔ تو وہ مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے جنگل اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں۔ جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پَیر ہیں۔ وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے"۔

پس اگر کوئی احمدی ایسا ہے۔ جو مار کھانے یا جیل جانے سے ڈرتا ہے۔ تو وہ ہٹ جائے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تذلیل برداشت کر سکیں۔ قانون کے اندر رہتے ہوئے جو کچھ ہم سے ہو سکتا ہے۔ اس سے ہرگز دریغ نہ کرینگے۔ اور اگر ہمارے اس رویہ کی وجہ سے غیر قومیں

ہمارے خون کی ندیاں

بھی بہا دیں۔ تو ہم پرواہ نہیں کرینگے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ہم نے جوابا ان کے بزرگوں کے پوست کندہ حالات شائع کئے۔ تو وہ اسی طرح ہمارا خون بھی بہائینگے جس طرح بنارس۔ آگرہ۔ میرزا پور اور کابل وغیرہ میں ملانوں کا بہایا گیا مگر

ہم سب مظالم برداشت کرینگے

لیکن اپنے بزرگوں کی عزت قائم کرکے دم لینگے۔

اگر آریہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے بزرگوں کی عزت کریں۔ اور اگرچہ پیشگوئی کے واقعات کو ہم چھپا نہیں سکتے۔ مگر ان کی خاطر لیکھو کو پنڈت لیکھرام حسب منشا لکھا کریں۔ تو اس کی یہی صورت ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قاتل کہنے سے باز آجائیں۔ یا پھر اگر ان کی رگوں میں

شرافت کا خون

ہے۔ تو ثابت کریں۔ کہ آپ قاتل تھے۔ ورنہ اس شرارت اور خباثت سے باز آجائیں۔ نہیں تو پھر ہم ان کے تمام پرانے سے لیکر نئے راہنماؤں اور لیڈروں تک سب کی دھجیاں ایسی اڑائینگے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ ان پر ہنسیگا۔

ہم گورنمنٹ کے نوٹسوں سے قطعاً نہیں ڈرتے

سب سے پہلے تو میرا یہ خطبہ شائع ہوگا جس میں کئی بار لیکھو کو لیکھو کہا ہے اور آئندہ بھی ہم برابر اس وقت تک کہتے جائیں گے۔ جب تک گورنمنٹ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت کو اسی طرح قائم کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوگی جس طرح وہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی کر رہی ہے۔ مباہلہ والوں کو ہی دیکھو اب گورنمنٹ نے ان پر مقدمہ چلایا ہے۔ حالانکہ وہ پہلے دو سال تک

نہایت گندے اور ناپاک حملے

کرتے رہے۔ گویا لاکھوں احمدیوں کی دلآزاری کے لئے گورنمنٹ کے اندر کوئی حمیت نہیں۔ مگر لیکھو کے لئے بہت ہے

اخبار زمیندار

ہمیشہ مجھے موسیو مرزا لکھتا ہے۔ مگر کبھی حکومت نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ مگر لیکھو لکھنا وہ گوارا نہیں کر سکتی۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ آریہ شورش بپا کر دیتے ہیں۔ اور احمدیوں نے کبھی گورنمنٹ کی پریشانی میں اضافہ کرنا مناسب نہیں سمجھا

شرفاء کا قاعدہ

تو یہ ہے۔ کہ وہ اپنے محسن کی قدر کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ گورنمنٹ ایسا نہیں کرتی۔ اور مجھے مزید افسوس اس وجہ سے ہے۔ کہ

پنجاب گورنمنٹ کے موجودہ ارکان

سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ وہ سب کے سب شریف لوگ ہیں۔ مگر ان کی موجودگی میں ایسی صریح ناانصافی نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔

گورنر پنجاب

کو میں جانتا ہوں۔ وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ اور ہر ایک شریف آدمی ان کی دوستی پر ناز کر سکتا ہے۔ وہ انگریزی تہذیب کا نمونہ ہیں

فائننس ممبر

ایک نہایت شریف انگریز ہے۔ میں کے خلاف میں پہلے بہت کچھ سنا کرتا تھا۔ لیکن واقفیت کے بعد میں انہیں نہایت ہی شریف انسانوں میں سے سمجھتا ہوں۔ اور ان کے اس وقت اس عہدہ پر تقرر کو ملک کی خوش قسمتی خیال کرتا ہوں۔

ہوم سیکرٹری

کو میں ہمیشہ سے اپنے دوستوں میں سمجھتا ہوں۔ اور انہوں نے بھی ہمیشہ مجھے اور جماعت احمدیہ کو ایسا ہی سمجھا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ مسلمان بھی نہیں۔ مگر میں اپنے تجربہ کی بناء پر ان پر اسی طرح اعتبار کرتا ہوں۔ جس طرح ایک احمدی پر

ریونیو ممبر

ایک مسلمان ہیں۔ جو گو ہماری جماعت میں شامل نہیں لیکن سعید نوجوان ہیں۔ اور مجھے ان کی نسبت بہت کچھ امید ہے۔ اور میں ان کے مستقبل کی نسبت بعض خاص وجوہ سے خاص دلچسپی رکھتا ہوں۔ پس میں ان لوگوں کی موجودگی میں ایک منٹ کے لئے بھی خیال نہیں کر سکتا۔ کہ باوجود واقعات کا علم ہونے کے انہوں نے یہ قدم اٹھایا ہے یقیناً انہیں دھوکا دیا گیا ہے۔ انہیں یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ آریوں نے پہلے یہ شرارت کی ہے۔ اور نیز انہیں یہ دھوکا دیا گیا ہے۔ کہ

لیکھو کا نام

لیکھرام تھا۔ ورنہ میں ایک منٹ کے لئے بھی خیال نہیں کر سکتا۔ کہ وہ یہ فیصلہ کرتے۔ کہ آریہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو قاتل کہے جائیں۔ لیکن کوئی نوٹس نہ لیا جائے۔ اور احمدی اگر لیکھو کو لیکھو لکھیں۔ تو فوراً انہیں وارننگ دی جائے۔ پس میں ان ذمہ وار اصحاب کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ قطع نظر آریہ سماج کے باغیانہ رویہ اور ہماری خدمات سے انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ آریہ لوگ اپنی خباثت سے ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو قاتل لکھتے ہیں۔ اور اب بھی انہوں نے ایسا کیا ہے۔ پس اس کے جواب میں ہمارا حق ہے کہ جبکہ گورنمنٹ ان کا منہ بند نہیں کرتی۔ ہم ان کا منہ بند کریں۔ اسی طرح یہ واقعہ ہے۔ کہ لیکھو کا اصل نام لیکھو تھا۔ اس میں ان کی کوئی ہتک نہیں تھی ماں باپ رکھتے ہیں۔ انہوں نے لیکھو نام رکھا۔ تو یہ ان کے وقت کے معیار کے مطابق تھا۔ آریہ لوگ اس نام کو بدلنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ لیکن وہ دوسرے کو مجبور نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ اپنے رویہ کو بدل کر اخلاقی حق پیدا نہ کریں۔ پھر تعجب ہے۔ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے والد ماجد کا نام غلام مرتضےٰ تھا۔ اور بھائی کا نام غلام قادر اور آپ کا اپنا نام بھی اسی سلسلہ میں تھا۔ مگر بٹالہ یا کسی اور جگہ سے ایک اشتہار شائع ہوا۔ کہ آپ کا نام سندھی تھا۔ گورنمنٹ کو متواتر توجہ دلائی گئی مگر اس نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ اس شخص کے لئے اسے کوئی جوش نہیں آتا۔ جس کے احسان کے نیچے گورنمنٹ کا پور پور دبا ہوا ہے سنہ ۵۷ء سے اس وقت تک اس کا خاندان اور اس کا سلسلہ

گورنمنٹ پر احسانات

کر رہا ہے۔ اور ان ساٹھ سالہ احسانات کے صلہ میں گورنمنٹ کا ایک پائی کا احسان بھی ہم پر نہیں۔ اگر گورنمنٹ یہ ثابت کر دے کہ ہم نے کبھی اس سے ایک پیسے کے دسویں حصہ کا بھی احسان قبول کیا ہے۔ تو میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ گورنمنٹ ہمارے خاندان اور سلسلہ کے احسانات کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ ایسے محسن خاندان کے فرد اور ایسے محسن سلسلہ کے بانی کو لوگ سندھی کہیں۔ نعوذ باللہ **ولد الزنا** کہیں۔ اور دوسرے اتہام لگائیں۔ تو گورنمنٹ کو کوئی جوش نہیں آتا۔ لیکن لیکھو کو اگر لیکھو کہا جائے۔ تو اسے بہت غیرت آتی ہے فساد کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رنگیلا رسول کو بے شک جو کچھ کوئی چاہے کہتا جائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک ڈاکو کو ڈاکو کہنا برداشت نہیں کر سکتی۔ حالانکہ اگر سیواجی قابل اعزاز ہے۔ تو بھگت سنگھ اور اس کے ساتھی بھی عزت کے قابل ہیں۔ اس نے سیواجی ایسے باغیوں کی حمایت کر کے خود

اپنے پیروں پر کلہاڑی

ماری ہے۔ اور نوجوانوں کو بغاوت پر آمادہ کیا ہے

میں امید کرتا ہوں۔ کہ

وہ کلرک یا سپرنٹنڈنٹ

جس نے الفضل کا وہ پرچہ افسران بالا کے پیش کیا۔ جس میں لیکھو لکھا گیا تھا۔ اس خطبہ پر بھی نشان کر کے پیش کرے گا۔ اور اس وقت حکومت پنجاب کے ارکان کو جنہیں میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ بہت شریف آدمی ہیں۔ سمجھ آجائے گی۔ کہ ہمارے دل ان باتوں سے کس قدر رنجیدہ ہیں۔ بے شک ہم گورنمنٹ کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہماری حسیات مردہ ہیں۔ بلکہ ہونے کی وجہ سے

ہمارے احساسات اور جذبات

دوسروں سے کئی گنا زیادہ تیز ہیں۔ ہم سب اقوام کے بزرگوں کی عزت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے بزرگوں کی کوئی تحقیر کرے گا۔ تو ہم ان کے لیڈروں کو۔ سانپوں۔ بھیڑیوں۔ اور ذلیل کیڑوں سے بھی زیادہ حقارت سے دیکھیں گے۔ اور ایسا سبق دیں گے۔ کہ دنیا مدت تک یاد رکھیں گے ہمیں جو گالیاں چاہے دے لے۔ مگر اپنے بزرگوں کی شان میں ہم ادنےٰ سے ادنےٰ ہتک بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ قتل سے زیادہ سنگین الزام کسی شریف آدمی پر اور کیا لگایا جا سکتا ہے اگر آریہ سمجھتے ہیں۔ یہ الزام صحیح ہے۔ تو وہ ثابت کریں۔ اور اگر گورنمنٹ بھی واقعی آپ کو قاتل سمجھتی ہے۔ تو اس نے کیوں چھوڑ دیا۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ خود قاتلوں اور مجرموں کی طرفدار ہے۔ لیکن اگر وہ نہیں سمجھتی۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ آریوں کو اس بہتان طرازی سے روکے۔

پس

ہم ہرگز ایسے نوٹسوں کو تسلیم نہیں کرتے

ہم قانون کی پابندی کرتے ہیں۔ گورنمنٹ اگر کوئی قانون بنائے گی۔ کہ لیکھو کو لیکھو نہ کہا جائے۔ تو خدا تعالیٰ ہمارے لئے کوئی اور راہ نکال دے گا جس سے ہم

آریوں کی دکھتی رگ

کو دبا سکیں گے۔ کیونکہ اسلام کوئی حکم ایسا نہیں دیتا۔ جس سے مشکلات میں اضافہ ہو جائے۔ اگر اس نے قانون کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ تو ایسے راستے بھی بتائے ہیں۔ کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے بھی اپنی غیرت کا ثبوت دے سکیں۔ اسلام کے متعلق کوئی شخص یہ نہیں کر سکتا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک طرف تو وہ ہماری زبان بندی کر دے۔ اور دوسری طرف حکم دے۔ کہ غیرت دکھاؤ۔ اس لئے آریوں کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہم بے شک قانون کی پابندی کریں گے مگر اس کے باوجود ان کی دکھتی رگ کو دبا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سیدھے ہو جائیں۔

میں

اپنے مصنفین کو اجازت

دیتا ہوں۔ کہ بداخلاقی کو چھوڑ کر وہ جیسا مناسب چاہیں لکھیں۔ میری طرف سے انہیں اجازت ہے۔ باقی رہا گورنمنٹ کا معاملہ سو وہ ان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ قانون کی پابندی کے یہ معنی ہرگز نہیں۔ کہ تم قید سے ڈرو۔ اگر تم نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اور

اظہار صداقت کے جرم میں

تمہیں جیل جانا پڑے۔ تو بھاگے ہوئے جاؤ۔ لیکن وہی شخص قلم اٹھائے جو جماعت سے کوئی امداد نہ لے۔ جو ڈیفنس وہ خود پیش کر سکتا ہے کرے اور اگر اس میں استطاعت نہیں۔ اور وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ تو خاموشی کے ساتھ جیل میں چلا جائے۔ اور سزا بھگت لے

تمہارا فرض

صرف یہ ہے۔ کہ قانون کی پابندی کرو۔ خدا نے بھی اسلام نے بھی۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے بھی اس کا حکم دیا ہے۔ اور میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں۔ لیکن اگر تم کوئی ایسا فعل کرتے ہو۔ جو قانوناً ممنوع نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کہتی ہے۔ کہ تم نے جرم کیا ہے

مثلاً کوئی ایسا قانون موجود نہیں۔کہ لیڈروں کے خلاف سختی سے ست لکھو۔ بلکہ گورنمنٹ کہتی ہے۔جو ایسا کریگا اسے ہم پکڑ لیں گے۔اس لئے اگر ضروری ہو۔تو لکھو۔اور سزا بھگت لو۔ہاں اگر گورنمنٹ یہ قانون بنا دے۔کہ کوئی شخص فلاں فلاں لفظ ست استعمال کرے تو اس وقت بے شک تم لکھنا چھوڑ دو اور اپنے لئے اور راستہ تلاش کرو

جماعت کے لوگوں کو

دلیری دکھانی چاہئیے۔میں نے سنا ہے بعض کو کہا گیا کہ تبلیغ کے لئے جاؤ تو انہوں نے کہا۔سکھوں کے گاؤں ہیں۔وہاں تکلیف کا خوف ہے میں کہتا ہوں لعنت ہے ایسی احمدیت پر تمہارے اندر تو یہ جرأت ہونی چاہئیے۔کہ ایک آدمی پر اگر ایک سارا سکھ گاؤں حملہ کرے تو وہ اکیلا سب کو بھگا دے۔ تمہارے ذمہ نہ صرف اپنی بلکہ تمام مسلمانوں کی حفاظت ہے۔جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ان کی حفاظت تمہارا فرض ہے۔اس لئے دلیر بنو۔اور جرأت دکھاؤ۔چونکہ پہلے کی طرح کے

مظالم کا زمانہ

اب قریباً ختم ہو گیا ہے۔اس لئے میں دیکھتا ہوں۔بعض تم میں سے بزدل ہوتے جاتے ہیں۔ پہلے دنوں میں یہ حالت نہ تھی۔میں چھوٹا تھا۔اور بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔بعض احمدی ایک جگہ بھرتی ڈال رہے تھے۔کہ کچھ سکھوں نے ان کو روکا مجھے یاد ہے۔

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

اکیلے ان کے درمیان کود پڑے اور کہا۔ایک مسلمان دس پر بھاری ہوتا ہے۔آئے جو سامنے آتا ہے۔یہ فقرہ میں نے اسی وقت سب سے پہلے سنا۔اور حدیثوں میں بعد میں پڑھا۔اس پر سب بھاگ گئے۔پس ایسے بزدلوں کے لئے جو کہتے ہیں۔

سکھوں کے گاؤں

ہیں۔اس لئے ہم تبلیغ کے لئے نہیں جا سکتے۔احمدیت میں کوئی جگہ نہیں۔تم میں سے ہر ایک کے اندر یہ جرأت ہونی چاہئیے۔کہ وہ ہزار غیر مسلموں پر بھی فتح پائے گا۔یا بہادروں کی طرح لڑتا ہوا جان دیدے گا۔اگر تمہارے اندر یہ ہمت اور جوش پیدا ہو جائے۔تو موجودہ تعداد سے نصف ہوتے ہوئے بھی دنیا کو فتح کر سکتے ہو

پس ادھر اگر میں

گورنمنٹ کو

توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ہمارے احساسات کا خیال رکھے۔تو دوسری طرف

آریوں کو

بھی یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔کہ اگر وہ چاہتے ہیں۔کہ ان کے لیڈروں کی ہم عزت کریں۔تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کا ادب کریں اور ان پر جھوٹے اتہام لگانا چھوڑ دیں۔ورنہ ہم گورنمنٹ کی وارننگز سے نہیں ڈرتے ہمارے گورنمنٹ سے دو تعلق ہیں ایک اطاعت کا وہ ہم ہر حالت میں کریں گے دوسرا اپنا راستہ چھوڑ کر بھی مدد کرنے کا وہ ہمارا احسان ہے اور وہ کام اسی وقت کریں گے جب کہ گورنمنٹ ہمارے احساسات کا اور مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھے لیکن مجھے یقین ہے۔کہ یہ

ہندو کلرکوں کی شرارت

ہے۔یا ممکن ہے کسی مسلمان کی ہی ہو۔کیونکہ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں۔جن کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کہا تھا۔اماں اماں اگر میں تھانیدار ہو گیا۔تو پہلے تجھے ہی حوالات میں ڈالوں گا۔ایسے مسلمان اپنا بڑا کارنامہ ہی سمجھتے ہیں۔اور ان کے نزدیک اپنی رواداری کے اظہار کا یہی ذریعہ ہے۔کہ خود مسلمانوں کے خلاف حکام سے شکایات کریں۔ ہرحال کچھ بھی ہو۔مجھے امید ہے

افسران بالا

کا اس میں دخل نہیں۔یہ ماتحتوں کی شرارت ہے اور گورنمنٹ کو جب حالات کا علم ہو گا۔تو وہ اس پر ضرور نادم ہو گی۔اور اگر نہیں تو اسے یاد رکھنا چاہئیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی عزت قائم کرنے کے لئے احمدی ہر وقت تیار ہیں۔اور خواہ انہیں کسی قسم کی قربانی پڑے۔وہ ہرگز پیچھے نہیں ہٹینگے۔بے شک ہم فتنہ و فساد نہیں پیدا کریں گے لیکن پھر بھی ایسے راستے ہیں۔کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے بھی ہم اپنے بزرگوں کی تحقیر کرنیوالوں کو ایسی دکھتی رگ سے پکڑ سکیں۔کہ انہیں ہوش آجائے ہیں

جماعت کو نصیحت

کرتا ہوں۔کہ یہ بہادری نہیں کہ کسی پر حملہ کیا جائے۔میرے نزدیک قوم کی اخلاقی زندگی جسمانی زندگی سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔میں یہ تو پسند کروں گا۔کہ جسمانی طور پر اسے پیس ڈالا جائے۔بجائے اس کے کہ اس کے اخلاق بگاڑ دئے جائیں۔اس لئے میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔کہ تم میں سے کوئی

اخلاقی کمزوری

دکھلائے اور کسی پر حملہ کرے۔لیکن مومن کا یہ کام ہے۔کہ وہ دلیری کے ساتھ پیغام حق پہنچائے پھر اگر کوئی حملہ کرے تو دلیری کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے اگر اس کے پاس صداقت ہے تو وہ یقین رکھے۔کہ دس ہزار دشمن پر بھی خدا تعالیٰ اسے غالب کریگا۔اور اگر وہ مارا بھی جائے تو اس کے لئے جنت مقدر ہے۔ہم کس لئے

دنیا میں زندہ

رہنا چاہتے ہیں۔اسی لئے کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی توفیق مل جائے۔اور اگر ایک دفعہ قتل ہو جانے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔تو اس سے آسان سودا اور کیا ہوگا۔یہ چھری تمہاری گردن پر نہیں بلکہ نفس پر ہوگی جس کے لئے تم مدت سے کوشاں تھے۔ پس تم ڈرتے کس بات سے ہو۔دنیا تمہارے قدموں کے نیچے ہے۔ اس نیت کے ساتھ گھروں سے نکلو۔کہ اس سال ہم نے ساری دنیا کو احمدی کرنا ہے۔ میں نے اعلان کیا تھا۔کہ شہری جماعتیں تبلیغ کی طرف توجہ کریں۔

لکھنؤ کی جماعت

نے کوشش شروع کی۔پندرہ سولہ سال سے وہاں کوئی احمدی نہ ہوا تھا۔مگر اب مجھے بتایا گیا ہے۔کہ تین ماہ کی کوشش سے ہی وہاں بیس آدمی جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔جن میں بارہ کمانے والے ہیں۔میں نے وعدہ کیا تھا۔کہ جو جماعتیں دوران سال میں سوا سو احمدی بنا لینگی۔جن میں سے پچاس کمانے والے ہونگے۔ان کو ایک مستقل مبلغ دیا جائیگا۔مجھے امید ہے۔اگر لکھنؤ والوں نے کوشش جاری رکھی۔تو وہ مبلغ لے سکیں گے۔میں

مستقل مبلغ

دینے سے ڈرتا نہیں ہوں۔بلکہ میری تو خواہش ہے۔کہ جماعتیں اس کوشش میں کامیاب ہو کر مبلغ حاصل کریں۔ہمارے پاس صداقت ہے۔اور صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔صداقت آخر دنیا کو ماننی ہی پڑیگی۔ضرورت صرف اس امر کی ہے۔کہ تم کھڑے ہو جاؤ۔اور

دیوانہ وار

پیغام حق پہنچاؤ۔تا خدا تعالیٰ دنیا کو اپنے رسول کے قدموں پر ڈالدے۔اور تا تم اسی دنیا میں جنت حاصل کر سکو۔میں

اللہ تعالےٰ سے دعاء

کرتا ہوں۔کہ وہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔بزدلی کو دور کر کے ہمارے اندر بہادری بڑھائے۔اور اس قدر تقویت دے۔کہ اگر ایک کے مقابلہ میں ساری دنیا بھی ہو۔تو وہ پیچھے نہ ہٹے۔ بلکہ ڈٹ جائے۔اسی طرح میں یہ بھی دعا کرتا ہوں۔کہ اللہ تعالےٰ گورنمنٹ کے اعلےٰ حکام کو صحیح فیصلوں کی اور اس کے چھوٹے افسروں کو صحیح رپورٹ کی توفیق دے۔اور وہ جھوٹی رپورٹیں کرنا اور دھوکا دینا چھوڑ دیں۔پھر خدا تعالےٰ آریوں کو بھی سمجھ دے۔ ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں۔کہ ہم ان پر حکومت کریں۔وہ ابنائے وطن ہیں۔اور ہمیں بھائیوں کی طرح عزیز ہیں۔مگر ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے۔کہ وہ ہمارے بزرگوں کی توہین کریں۔اور اگر وہ اب بھی اس معاملہ میں ہم سے صلح کر لیں۔تو اب بھی وہ ہمارے اندر باپ کی سی محبت۔ماں کی سی شفقت۔بڑے بھائی کی سی ہمدردی اور چھوٹے بھائی کا سا ادب پائینگے۔اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ دے۔ وہ شرافت سیکھیں۔اور ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔جو ہمارے ...

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

یکم مئی ۱۹۳۱ء سے سواری گاڑی سے جانے والے پارسلوں اور اسباب کی شرح کرایہ میں تقریباً پندرہ فیصدی اضافہ ہو جائے گا۔

تفصیلات سٹیشن ماسٹروں سے معلوم کی جا سکتی ہیں :-

این ڈبلیو آر ہیڈ کوارٹرس آفس لاہور
۸ اپریل ۱۹۳۱ء

جے۔ ایچ۔ جیمز
چیف کمرشیل منیجر

احمدیہ واچ ایجنسی شاہجہانپور

اپنی خصوصیات میں گھڑی کے تمام کارخانوں سے ممتاز ہے

اس لئے کہ معمولی قیمت میں اعلیٰ قسم کی گھڑیاں سپلائی کرتی ہے علاوہ بریں شرط ہے اگر ناقص حالت میں گھڑی خریدار کے پاس پہنچے تو فوری واپسی اور جائز شکایت پر اصلاح یا تبدیلی و محصول واپسی بذمہ ایجنسی :-

علاوہ ازیں جب ضرورت ہو۔ گھڑی بھیجیں۔ بجز سلائی اور محنت کے کام کے دس چند صرف کے کام کبھی معاوضہ نہیں لیا جاتا بہ پابندی ایمانداری کی باتیں ہیں۔ جو چار پانچ روپیہ والی گھڑی فروخت کرکے ہم کبھی نہیں کر سکتے تفصیل ذیل میں دیکھیں اور مفصل ایک کارڈ لکھ کر منگوائیں جیب دکانی کی ۱۵ ۱/۲ چوبل والی ہیور شمین نکل کیس کی ۱۵ روپے زرد چاندی کی ۱۲ روپے گولڈ رولڈ ٹائم پیس بیک الارم عمدہ قسم ۸ روپے ۔ ملے آٹھ دن کلاک گھنٹہ نصف گھنٹہ بجانیوالی بڑی آواز لا جواب قدر نگوئیر خوبصورت نمونہ قیمت ۱۲ روپے ۔

سرمہ مسیحائی

مصدقہ حضرت مسیح موعود۔ جو ہزاروں شہادتوں کی ایک ہی شہادت ہے۔ ضعف بصر کیلئے عجیب اکسیر اعظم ہے۔ قیمت فی تولہ ۵ روپے :-

حیرت انگیز مقوی دوا

بار بسوں۔ ضعیفوں۔ بوڑھوں کے لئے آب حیات تمام بدنی کمزوریاں کی اکسیر چند روز میں مایوسی اور بڑھاپے کے آثار ختم ہو کر دل کی امنگیں پوری ہوتی ہیں۔ کھیلنے کودنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ چہرہ سرخ اور بامدنی ہو جاتا ہے۔ اس کی تصدیق میں فاضل اجل علامہ دہر حکیم عبید اللہ صاحب بسمل احمدی سابق پروفیسر ریاست الملک رامپور و بھوپال نے بیحد تعریف فرمائی ہے قیمت فی شیشی سہ ۱۲ خوراک ہے ۔

شفا خانہ خادم صحت دار الفضل قادیان پنجاب

تجارت کرو اور فائدہ اٹھاؤ

عید پر اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات

پوشیدنی ارزاں قیمت میں پوری کرو!

کشمیر کا تازہ چالان جس میں نئے ڈیزائن۔ اعلیٰ اور عمدہ قسم کا کم خرچ بالا نشین مال ہے۔ آ گیا ہے۔ نرخ مقابلتاً ارزاں ہیں۔ ہماری پچاس روپیہ مالیت کی چوٹی کا ٹنڈ کے کٹ پیس میں آپ سو یکصد روپیہ کے پارچات تیار ہو سکیں گے۔ دوکاندار اور بیوپاری دو صد روپیہ مالیت کی گانٹھ بطور نمونہ منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ کرایہ مال گاڑی بذمہ کمپنی ہو گا۔ زر چہارم ہمراہ آرڈر پیشگی آنا ضروری ہے۔ کل رقم پیشگی موصول ہونے پر ڈھائی روپیہ حصہ فی صدی کمیشن ملے گا :-

تنخواہ یا کمیشن پر کام کرنے والے ایجنٹوں کی ہر مقام پر ضرورت ہے۔ ایک ٹکٹ بھیج کر ہماری تازہ لسٹ اور قواعد طلب کریں

ملنے کا پتہ

امریکن کمرشیل کمپنی بمبئی نمبر ۱

اگر آپ انگریزی میں لائق بننا چاہتے ہیں

یا اپنے بچوں کو لائق بنانا چاہتے ہیں

تو آج ہی ایک کارڈ لکھ کر کتاب انگلش ٹیچر منگوا لیجئے۔ یہ کتاب انگریزی گرامر گفتگو ترجمہ اور خط و کتابت وغیرہ میں بہت جلد لائق بنا دیگی۔ اور امتحان میں کامیاب ہونے کا یقین کامل دلاتی ہے دیکھئے جناب شیخ محمد حسین صاحب بی ج حصار کیا فرماتے ہیں :-

"میں نے جدید انگلش ٹیچر کو بچوں کے لئے نہایت مفید پایا ہے براہ کرم دو اور کتابیں بھیج کر ممنون فرمائیں"

ایس گوپال سنگھ صاحب سلطان ونڈ امرت سر

"میں انگریزی میں بہت کمزور تھا۔ لیکن جدید انگلش ٹیچر کے طفیل میں انگریزی گرامر بہت اچھی طرح سیکھ گیا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ امتحان انٹرنس میں ضرور پاس ہو جاؤں گا"

اگر یہ کتاب ایک لائق استاد کی طرح انگریزی نہ سکھائے۔ تو قیمت واپس منگوالیں صفحات ۴۰۰ دوسرا ایڈیشن

قیمت ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

قمر برادرز (الف) شملہ

آپکی ضرورت اور ہماری فرمہ داری

اگر آپ کو روپے کی ضرورت ہے۔ تو فوراً اس کمپنی کے قواعد کا ملاحظہ فرما کر اپنی ضرورت کو پورا کریں۔ یہ کمپنی بلا سود نہایت آسان شرائط پر قرضہ دیتی ہے۔ اور نہایت دیانتداری اور ایمانداری سے کام کر رہی ہے کنویسروں کی ہر جگہ ضرورت ہے۔ تنخواہ یا کمیشن۔ مفصلہ بذریعہ خط و کتابت کریں

منیجر دی ریلائبل لون کمپنی فیروزپور چھاؤنی

سیرۃ النبی جلد ثالث پر تنقیدی نظر

ہر احمدی پر اس کا دیکھنا فرض ہے۔ باعث ازدیاد ایمان ہوگا جس میں سیرۃ النبی جلد ثالث پر ناقدانہ نظر ڈال کر ڈاکٹر محمد عمر صاحب پی ایچ ڈی نے ان لغزشوں پر علمی روشنی ڈالی ہے جو مصنف نے اس معرکۃ الآرا کتاب میں کی ہیں۔ اور یہ ضروری کر دیا ہے۔ کہ جو لوگ سیرۃ النبی جلد ثالث پڑھیں۔ وہ اس تنقید کو بھی ضرور پڑھیں۔ اس کتاب کی صرف چند کاپیاں باقی ہیں۔ قیمت فی جلد ۸ آنہ

ملنے کا پتہ شوکت تھانوی زیر دہلی مجلس المعارف آگرہ

کھلونوں سے ہوشیار رہیئے
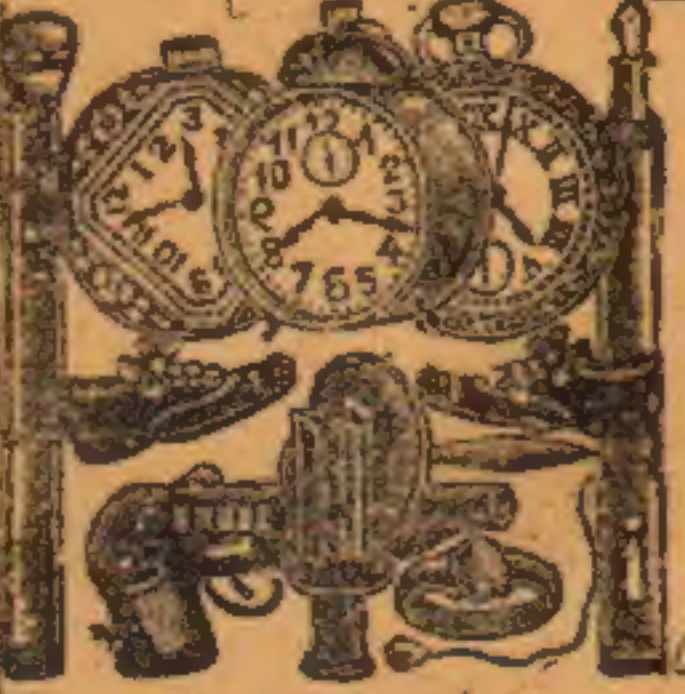
مندرجہ ذیل اصلی اشیاء خریدو جن میں تین اصلی گھڑیاں بھی شامل ہیں :-

ہمارا آٹو سوگند ہر قسم کی خراب آمیزش سے مبرا ہے خوشبویات میں لاثانی رتبہ رکھتا ہے اس کی خوشبو کئی ماہ تک متواتر قائم رہتی ہے۔ یہ عطر بارہ شیشی کے خریدار کو ۶/۸ روپیہ میں تین اصلی گھڑیاں تین سال ایک فونٹین پن ایک بائیسکوپ چالیس تصاویر ایک ایئر گن ایک پستول بمعہ یکصد فائر کے لئے پوڈر ایک کیمیکل گولڈ انگشتری ایک جوڑی جوتے پاؤں کا ناپ آنا ضروری ہے۔ پیکنگ ڈاک خرچ علاوہ نوٹ ہماری گھڑیاں کھلونے نہیں بلکہ اصلی گھڑیاں ہیں۔ اور ہر ایک کی گارنٹی دس سال ہے۔ ملنے کا پتہ :-

شرما برادرس اینڈ کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۶۷۹۸ (سیکشن ۳۸) کلکتہ

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— گزشتہ جمعہ کی شب کو ایک سیٹھ معہ دو ساتھیوں کے بنگال ریلوے میں سفر کر رہا تھا۔ اسی ڈبہ میں تین نوجوان اور بھی تھے۔ جب گاڑی اترا باری ریلوے سٹیشن کے سگنل یارڈ سے نکل گئی۔ تو تینوں نوجوانوں نے ریوالور نکال کر سیٹھ سے روپیہ طلب کیا۔ اور اس کے انکار پر فائر کرنے شروع کر دیئے جس سے سیٹھ مر گیا۔ اور اس کے باقی دونوں ساتھی سخت زخمی ہوئے۔ ڈاکو ۹۱۶۰ روپیہ لیکر چلتی گاڑی سے کود گئے۔ ایک مسافر نے گولیوں کی آواز سنکر زنجیر کھینچی۔ مگر چونکہ گاڑی میں ویکیم بریکیں نہ تھیں۔ اس لئے گاڑی کھڑی نہ ہو سکی۔

—— ۱۰ اپریل بعد نماز جمعہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے جامع مسجد دہلی میں اپنے ہندو آقاؤں کی تعریف اور مسلم کانفرنس نیز مسلم لیڈروں کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ جس سے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا۔ مقرر پر آوازے کسے گئے۔ اور کئی سوالات کئے گئے۔ چند لوگوں میں زدو کوب بھی ہو گئی۔ دیر تک ہنگامہ بپا رہا۔ آخر تقریباً تمام مسلمان اٹھ کر چلے گئے۔ ایسے علماء بھی مسلمانوں کے لئے خطرناک سعیت ثابت ہو رہے ہیں۔ عطاء اللہ بخاری بمبئی میں مسلمانوں سے مسلمانوں کو لڑا چکا ہے۔ اور جمعیۃ العلماء والے دہلی میں یہی ناپاک کوشش کر رہے ہیں۔ شاید ہندوؤں کی خوشنودی کا انہیں اس کے سوا اور کوئی طریق نظر نہیں آتا۔

—— رنگون کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ باغیوں نے ایک موضع میں ڈاکہ ڈالا۔ اور وہاں کے ایک امریکن مشنری کو زندہ جلا دیا۔

—— جہلم کے سپرنٹنڈنٹ خفیہ پولیس کے مکان سے کوئی شخص پستول نکال کرلے گیا۔ گوجرانوالہ کے ایک آنریری مجسٹریٹ کا ریوالور بھی چرا لیا گیا۔

—— لنڈن کی ایک اطلاع ہے۔ کہ لنکاشائر کے تاجران پارچہ بافی کا بیان ہے۔ مفاہمت کے بعد لنکاشائر کی تجارتی حالت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ اور ہندوستانی تاجران پارچہ نے انہیں اطلاع دی ہے۔ کہ پکٹنگ کم ہونے کی بجائے زیادہ زور پکڑ گیا ہے۔

—— اب تک تو یہ دستور تھا۔ کہ ضرورت کے موقعہ کانگریس رضاکار بھرتی کر لیا کرتی تھی۔ جو کام کے ختم ہونے پر منتشر ہو جاتے تھے۔ مگر کچھ مدت سے کانگریس ہندوستان بھر میں ایک مستقل اور باقاعدہ قومی نظام مرتب کر رہی ہے تاجب ضرورت ہو۔ کانگریس لاکھوں رضاکاروں کی فوج مہیا کر سکے۔ ہندوؤں کی ان تیاریوں سے مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اپنی حفاظت کے سامانوں سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔

—— انگلستان اور ہندوستان کی ہوائی ڈاک کے سلسلہ کو دہلی۔ کلکتہ۔ رنگون۔ سنگاپور کے رستہ آسٹریلیا تک وسعت دی گئی ہے۔ چنانچہ دو ہوائی جہاز ۲۴ و ۲۵ اپریل کو روانہ ہو کر ۱۲ و ۱۳ مئی کو کراچی پہنچینگے۔ یہ پرواز آزمائشی ہے۔ اور بصورت کامیابی اس انتظام کو مستقل کر دیا جائیگا۔

—— پشاور کی انجمن وکلاء نے ایک قرارداد پاس کر کے گورنمنٹ سے درخواست کی ہے۔ کہ سرحد سے تمام جابرانہ قوانین منسوخ کر دیئے جائیں۔ گورنمنٹ جس حد تک اس مطالبہ کو پورا کر سکے۔ اتنا ہی فضا میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہوگی۔

—— پولیٹیکل ایجنٹ کورم ایجنسی نے حکم دیا ہے۔ کہ کورم ایجنسی کے حدود میں صوبہ سرحد اور ہندوستان کا کوئی آدمی داخل نہیں ہو سکتا۔ جو موٹریں ٹل سے پارا چنار کو جاتی ہیں۔ رستہ میں ان کی تلاشی لی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی مسافر پارا چنار کو جانے والا ہو۔ تو اسے واپس کر دیا جاتا ہے۔

—— کلکٹر بجنور نے اپنے ایک ہندو کلرک کے خلاف استغاثہ دائر کیا ہے۔ کہ اس نے مجھے ایک گمنام خط میں دھمکی دی ہے کہ اگر تم نے کانگریسیوں کو تنگ کرنا ترک نہ کیا۔ تو تمہیں بم سے اُڑا دیا جائیگا۔ گویا سرکاری ہندو ملازم بھی کانگریس کے کارکن ہیں۔

—— احمد آباد میں جو گاندھی جی کا وطن ہے۔ گزشتہ ہفتہ دو شراب خانوں کو آگ لگا دی گئی۔ پرامن پکٹنگ اسی کو کہتے ہیں۔

—— میسور کے چیتلڈرگ ڈسٹرکٹ میں محکمہ آثار قدیمہ نے ہزاروں برس پہلے کا ایک شہر کھودا ہے۔

—— بمبئی میں مسلمانوں کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا شوکت علی نے گاندھی جی کے طرز عمل پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا۔ مسلمانوں کو ان سے انصاف کی قطعاً امید نہیں۔ اگر ضرورت پڑی۔ تو میں اسلامی حقوق کی تحفظ کے لئے ہزاروں گاندھیوں سے تنہا لڑوں گا۔ پریس کے نمائندہ سے آپ نے کہا۔ گاندھی جی گول میز کانفرنس میں شامل ہوں یا نہ ہوں۔ مسلمان ضرور شامل ہونگے۔

—— ہندو خبر رساں ایجنسیوں نے فسادات کانپور کے سلسلہ میں لکھا تھا۔ ایک ہندو سیٹھ کملوکل کا سات لاکھ کی مالیت کا مکان جلا دیا گیا۔ معلوم ہوا ہے۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ کملوکل بلڈنگ بالکل محفوظ ہے۔

—— گزشتہ جون میں شورش سرحد کے دوران میں تیس زخمی آفریدی گرفتار ہوئے تھے۔ ان میں سے دو کو پانچ پانچ اور ایک کو سات سال کی قید کی سزا ملک معظم کے خلاف جنگ کرنے کے الزام میں دی گئی ہے۔

—— الہ آباد میں ایک ہندو پان فروش عورت اور ایک مسلمان کے درمیان جھگڑا فرقہ دار فساد کی صورت اختیار کرنے لگا تھا۔ کہ پولیس نے پہنچکر ہجوم کو منتشر کر دیا۔ لکھنؤ کی ایک خبر ہے کہ وہاں بھی ہر وقت فساد کا خطرہ ہے۔ دہلی اور غازی آباد سے بھی ایسی ہی اطلاعات آ رہی ہیں۔ ذمہ دار ہندوستانیوں کے علاوہ حکومت کو بھی فرض شناسی کی طرف پوری توجہ کرنی چاہیئے۔

—— فسادات کانپور کی تحقیقات کے لئے حکومت یوپی نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کے دو انگریز۔ ایک ہندو اور ایک مسلمان ممبر ہیں۔

—— آگرہ کے سات ہندوؤں اور سات مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درخواست کی۔ کہ گذشتہ بلوہ کے سلسلہ میں متدائرہ مقدمات واپس کر دیئے جائیں۔ مجسٹریٹ نے ایسا کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔

—— جالندھر کے رائے زادہ ہنسراج ایم ایل سی حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے گیارہ اپریل کو انتقال کر گئے۔

—— دہلی میں قتل کی وارداتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ دو ہفتہ میں پانچ قتل ہو چکے ہیں۔ مگر سراغ ایک کا بھی نہیں ملا۔

—— بیلگاؤں کی ایک اطلاع ہے۔ کہ چند خورد سال لڑکے کھیل رہے تھے۔ کہ کسی ظالم نے بم پھینکا جس سے ایک بچہ ہلاک اور دو زخمی ہو گئے۔ معصوم بچوں کا قتل نہایت ہی کمینہ فعل ہے۔

—— میڈیکل کالج لکھنؤ کی ایک دیوار کے بیرونی طاقچہ میں کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی چیز رکھی تھی۔ جو دراصل بم تھا۔ تین راہگیروں نے اسے دیکھنا چاہا۔ تو وہ پھٹ گیا۔ جس سے وہ سخت زخمی ہوئے۔

—— اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ کے بنگلہ میں ان پر حملہ کرنے کی کوشش کے الزام میں پولیس نے دس سرخ پوش گرفتار کئے ہیں۔ جنہوں نے گزشتہ دنوں قتل کرنے کا ڈرامہ کیا تھا۔

—— میڈیکل کالج آگرہ کے تین ہندو طلباء الزام قتل میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ اس سے اس اطلاع کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ کالج کے طلباء نے فسادات میں حصہ لیا۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا۔